مارچ
۲۰۲۱ء

March
2021

ماھنامہ

حشمت ضیا

مدیر اعلیٰ

عبید حشمت علی غفرلہ

تزئین کار

محمد سہیل رضا حشمتی غفرلہ

(عرب شریف)

سنیت کا کام کرینگے فتاوی رضویہ عام کرینگے

ماہنامہ
حشمت ضیا
مارچ ۲۰۲۱ء

مدیر اعلیٰ

عبید حشمت علی غفرلہ

تزئین کار

محمد سہیل رضا حشمتی غفرلہ القوی

(عرب شریف)

بفیضِ رُوحانی

قطب الاقطاب، شہباز لامکانی، غوث الاعظم سیدنا **شیخ عبدالقادر جیلانی** رضی اللہ عنہ

ثم

امام اہلسنت، مجدد اعظم **امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی** علیہ الرحمۃ الرحمن

ثم

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند، **حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خان قادری نوری** علیہ الرحمۃ والرضوان

ثم

خلیفۂ اعلیٰ حضرت محدث اعظم ہند **حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی** علیہ الرحمۃ الرحمن

ثم

مظہر اعلیحضرت، شیر بیشۂ اہلسنت **مولانا حشمت علی خان قادری رضوی** علیہ الرحمۃ والرضوان

ثم

جانشین سرکار مظہر اعلیٰ حضرت وارث علوم حضور شیر بیشۂ اہل سنت **حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا خان** علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سایۂ کرم

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، شیر ہندوستان، **حضرت مفتی ادریس رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، مفتی اعظم پیلی بھیت **حضرت علامہ مفتی معصوم رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، صاحب کشف و کرامت **حضرت علامہ مفتی ناصر رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

نبیرۂ مظہر اعلی حضرت محقق عصر، رئیس التحریر **حضرت مفتی فاران رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

فہرست

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پاجائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاءاللہ تعالی کسی قریبی شمارے میں تصحیح کردی جائیگی۔

نعت پاک

از- خلیفۂ اعلیٰ حضرت، برہان ملت عبدالباقی محمد برہان الحق رضوی سلامی جبل پوری علیہ الرحمہ

ہر مسلمان کو لازم ہے مسلماں ہونا
جان اسلام ہے سرکار پہ ایماں ہونا

پیروی جس کی بنادیتی ہے محبوب خدا
ان کا ہر کام میں بس تابع فرماں ہونا

آپ ہی سے تو ہوئی آدمیت کی تکمیل
شرف انساں کا ہے وابستۂ داماں ہونا

سرورِ دین کی غلامی نہ ہو جب تک حاصل
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

ان کے ہی نور سے پیدا ہے جہاں پھر ان سے
غیر ممکن ہے کسی چیز کا پنہاں ہونا

راستہ صدق و سعادت کا بتادیتا ہے
دل میں اخلاصِ نیت ہاتھ میں قرآں ہونا

یاد دل میں رہے اور اسم مبارک لب پر
منزلِ قبر کا مشکل نہیں آساں ہونا

یا نبی کہتے رہو پل سے گزرتے جاؤ
رب سلم کی صدا ہے نہ پریشاں ہونا

زندگی موت سبھی وقت وہ کام آئیں گے
ان سے پھر کر نہ کہیں حشر میں حیراں ہونا

ہے شفاعت پہ نظر گرچہ گنہگار ہیں ہم
عاصیو تم نہ کبھی اس سے ہراساں ہونا

ہوتی ہے مظہر اخلاص ہر اک قربانی
بہ دل صدق و رضا، صبر بداماں ہونا

عید قرباں یہ سبق دیتی ہے قربانی کا
حکم اللہ پہ یوں شوق سے قرباں ہونا

روضہ پاک کے سائے میں ہو جو موت نصیب
روح کا دیکھنا پھر ذوق سے فرحاں ہونا

سر پہ برہان کے ہے سایۂ فیضانِ رضا
ان کی رحمت ہے ترا صاحب عرفاں ہونا

جسم بے جان کے بھی جان میں جان آجائے
ہو جھلکتا رخ پر نور سے شاداں ہونا

معصیت کیش خطا کار یہ **برہاں** سہی
وہ تمہارا ہے اسے عفو کا ساماں ہونا

(جذبات برہان، صفحہ ۸۷)

ارشاداتِ امام ربّانی

از۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت ابوالبرکات علامہ سیّد احمد قادری علیہ الرحمہ

۱) نجات کا حاصل ہونا صرف اسی پر موقوف ہے۔ کہ تمام افعال واقوال واصول وفروع اہلسنت وجماعت کثرھم اللہ تعالی کااتباع کیاجائےاور صرف یہی ایک فرقہ جنتی ہے۔اہلسنت وجماعت کے سوا جس قدر فرقے ہیں سب جہنمی ہیں۔آج اس بات کو کوئی جانے یانہ جانے کل قیامت کے دن ہرایک شخص اس بات کو جان لے گا مگراس وقت کا جاننا کچھ نفع نہ دے گا۔

۲) محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ تمام ضروریات دین کو سچا ماننے اور کفروہ کفار کے ساتھ نفرت وہ بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا۔

۳) جو شخص تمام ضروریات دین پرایمان رکھنے کادعوی کرے۔ لیکن کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری نہ رکھے وہ درحقیقت مرتد ہے۔اس کاحکم منافق کاحکم ہے۔

۴) جب تک خدااور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعال علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا اور رسول کے ساتھ محبت نہیں ہوسکتی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔یہی پر یہ کہنا ٹھیک ہے۔

تولی بے تبری نیست ممکن۔

۵) میری نظر میں اللہ تبارک وتعالی کے دشمنوں کے ساتھ نفرت و عداوت رکھنے کے برابراس کوراضی کرنے والا کوئی عمل نہیں۔

۶) حدیث قدسی میں ہے کہ حضور سیدنا محمد رسول صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالی سے عرض کی۔ **اللھم انت وما انا وما سواک تزکت لاجلک** یعنی اے اللہ توہی ہےاور میں نہیں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا۔اللہ تبارک وتعالی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا **یا محمد اناوانت وماسواک خلقت لاجلک** یعنی اے محبوب میں ہوں اور توہےاور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی لیے پیدا کیا۔

۷) اللہ عزوجل نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا۔

لولاک لما خلقت الا فلاک لولاک لمااظھرت الربو بیۃ۔

یعنی اے محبوب اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتاتو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔اگر تمہارا پیدا کرنا مجھے مقصود نہ ہوتاتو میں اپنارب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔

۸) مجھے اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ اس لیے محبت ہے کہ وہ محمد مصطفی کارب ہے۔صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۹) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کا فرض ہونا نقص قطعی سے ثابت ہے۔اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت الی الحق و تبلیغ اسلام کی

اجرت امت پر یہی قرار دی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داروں کے ساتھ محبت کی جائے۔

۱۰) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی وجہ سےان کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے۔ان کے ساتھ محبت حضور ہی کے ساتھ محبت ہے۔ان کے ساتھ عداوت حضور ہی کے ساتھ عداوت ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

۱۱) جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ان کو

کافر کہا ہے۔ **ليغيظ بهم الكفار**۔

۱۲) انبیاءاولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہیں۔کوئی چیز ان سے نزدیک و دور نہیں۔

۱۳) اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

۱۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء کرام کا طواف کرنے کے لیے کعبہ معظمہ حاضر ہوتا ہے اور ان سے برکتیں حاصل کرتا ہے۔

۱۵) حضور پر نور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے۔کہ جو قضا لوح محفوظ میں بشکل مبرم لکھی ہوئی ہو۔اور اس کی تعلیق صرف علم خداوندی میں ہو۔ایسی قضا میں بھی باذن اللہ تصرف فرما سکتے ہیں۔

۱۶) حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک سے جتنے اولیاء،ابدال ۔اقطاب اوتاد نقباء نجباء غوث یا مجدد ہوں گے۔سب فیضان ولایت و برکات طریقت حاصل کرنے میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محتاج ہوں گے۔ بغیر ان کے واسطے اور وسیلے کے قیامت تک کوئی شخص ولی نہیں ہو سکتا۔

۱۷) مقلد کو یہ جائز نہیں کہ اپنے امام کی رائے کے خلاف قرآن عظیم وحدیث شریف سے احکام شرعیہ خود نکال کر ان پر عمل کرنے لگے ۔مقلدوں کے لئے یہی ضروری ہے کہ جس امام کی تقلید کر رہے ہیں۔اسی کے مذہب کا مفتی بہ قول معلوم کر کے اسی پر عمل کریں۔

۱۸) کفار و منافقین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔ کافروں منافقوں کی جس قدر عزت کی جائے گی اسی قدر اسلام کی ذلت ہو گی۔

۱۹) مسلمان کہلانے والے بدمذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔

۲۰) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو خلق عظیم کے ساتھ موصوف ہیں۔کافروں اور منافقوں پر جہاد کرنے اور سختی فرمانے کا حکم دیا ہے۔

یایھاالنبی جاھدالکفارو المنفقین واغلظ علیھم تو ثابت ہوا کہ کفار اور منافقین پر سختی کرنا بھی خلق عظیم ہے۔

۲۱)اسلام کی عزت کفر کی ذلت پر اور مسلمانوں کی عزت کافروں کی ذلت پر موقوف ہے۔ جس نے کافروں کی عزت کی۔ اس نے مسلمانوں کو ذلیل کیا۔کافروں اور منافقوں کو کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے۔

۲۲) خدااور سول کے دشمنوں کے ساتھ میل جول بہت بڑا گناہ ہے۔خدااور رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت خدااور سول کی دشمنی وعداوت تک پہنچادیتی ہے۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۲۳)ایک شخص اسی گمان میں رہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے۔لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے برے عمال (یعنی خدااور سول کے دشمنوں کے ساتھ دوستانے یارانے)اس کے اسلام وایمان کو بالکل فنا کر دیتے ہیں۔

۲۴) اہل کفر کے ساتھ بغض وعنادر کھنادولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے۔

۲۵)حضور اقدس علیہ و الصلوۃ والسلام کے ساتھ کمال محبت کی علامت یہ ہے۔کہ حضور کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں۔ اوران کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کااظہار کریں۔

۲۶)محبت کے اندر پالیسی اور چاپلوسی اور جائز نہیں۔کیونکہ محب اپنے محبوب کادیوانہ ہوتاہے۔وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا۔کہ اس کے محبوب کی مخالفت کی جائے ۔وہ اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا۔

۲۷)دو محبتیں جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں ایک قلب میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔کفار کے ساتھ جو خدااور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں دشمن ہونا چاہیے اور ان کی ذلت وخواری میں کوشش کرنا چاہیےاور کسی طرح بھی ان کو عزت نہیں دینا چاہیے۔اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں آنے نہیں دینا چاہیے۔اور ان سے انس و محبت نہیں کرنا چاہیے۔اور ان کے ساتھ سختی وشدت کاطریقہ برتناچاہیے۔

۲۸)اور جہاں تک ہوسکے کسی بات میں ان کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیے اور اگر بالفرض ان سے کوئی ضرورت پڑ جائے توجس طرح انسان ناگواری اور مجبوری سے بیت الخلاء جاتاہے اسی طرح ان سے اپنی ضرورت پوری کرناچاہیے۔

۲۹)حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچانے والا راستہ یہی ہے۔اگراس راستہ کو چھوڑ دیا جائے تواس پاک جناب تک پہنچناد شوار ہے۔ہائے افسوس

ہائے پہنچوں کس طرح تا کوئے یار

راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

(رسائل ومناظرے ابوالبرکات، صفحہ ۶۲۷)

☆☆☆☆☆☆

مومن کی روح کس شان سے قبض ہوتی ہے

از: حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی شافعی رضی المولیٰ عنہ

امام احمد، ابوداؤد، حاکم اور بیہقی وغیرہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: بیشک رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب بندۂ مومن کا دنیا سے رخصت اور آخرت کی طرف روانہ ہونے کا وقت آتا ہے تو اس کے لیے آسمان سے دو نورانی چہروں والے فرشتے اترتے ہیں، گویا کہ ان کے چہرے آفتاب کی مانند ہیں، وہ جنتی لباس اور جنتی خوشبو لیے ہوئے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھتے ہیں، پھر ملک الموت (علیہ اسلام) آتے ہیں، اور اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں، اے مطمئن روح! چل، اللہ کی بخشش و رضا کی طرف، تو روح ایسے نکلتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ بہہ نکلتا ہے، پھر اگر تم ان فرشتوں کو اس کے علاوہ دیکھو تو انہیں نکال دو، پھر جب روح قبض کر لیتے ہیں تو ملک الموت کے ہاتھ میں ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں چھوڑتے، پس فوراً روح کو لے کر جنتی لباس اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں ، پھر اسے لے کر نکلتے ہیں گویا کے نافۂ مشک کی خوشبو سے روئے زمین مہک رہی ہے، پھر اسے آسمانوں پر لے جاتے ہوئے فرشتوں کی جماعتوں پر سے گزرتے ہیں، ہر ایک جماعت پوچھتی ہے، یہ کس کی پاکیزہ روح ہے؟ فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے، اور اس کا نہایت بہترین طریقے سے نام لیتے ہیں، جس اچھے نام سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا، یہاں تک کہ آسمان کی اس حد تک لے جاتے ہیں جسے ساتواں آسمان کہتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں اس کہ نامہ اعمال علیین (نیکوں والے دفتر) میں درج کرو! اور اس کو واپس زمین کی طرف لوٹا دو، پھر اس کی روح واپس اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں، من ربک؟ تیرا رب کون ہے؟ وما دینک؟ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب میں کہے گا میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے، پھر وہ دونوں فرشتے پوچھے گے، ماھذا الرجل الذی بعث الیکم؟ تم اس ذاتِ کریم کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہاری طرف معبوث کیے گئے تھے؟ وہ کہے گا وہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ پوچھے گے تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وجواب دے گا میں نے اللہ کی کتاب (قرآنِ مجید) کو پڑھا، اس پر ایمان لایا، اس کی تصدیق کی۔ اس وقت ایک ندا کرنے والا آسمان سے ندا کرے گا، میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے نیچے جنتی بستر بچھا دو، اور اسے جنتی لباس پہناؤ، اور ایک کھڑکی جنت کی طرف کھول دو، تاکہ جنت کی ہوائیں اور خوشبو اسے آتی رہے اور تاحدّ نگاہ اس کی قبر کو کشادہ کر دو! پھر ایک شخص عمدہ لباس پہنے آئے گا جس سے خوشبو کی لپیٹیں آرہی ہو گی، وہ کہے گا: مبارک ہو! آج وہ دن ہے، جس دن کی تمہیں خوشخبری سنائی گئی تھی، بندہ کہے گا تُو کون ہے؟ جو اس بشارت کو لے کر آیا ہے؟ وہ کہے گا میں تیرا نیک عمل ہوں، تو بندہ پُکار اٹھے گا، اے پروردگار! قیامت برپا کر دے! اے پروردگار قیامت برپا کر دے! تاکہ میں اپنے اہل ومال کی طرف لوٹ جاؤں۔

امام ابن ابی الدنیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً نقل کیا ہے:

"بیشک جب مومن کا آخری وقت آتا ہے وہ ان نعمتوں کو دیکھتا ہے جو اللہ نے اس کے لیے رکھی ہیں، تو چاہتا ہے اس کی روح جلد

از جلد نکلے، تب وہ پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ سے ملے، اور اللہ بھی چاہتا ہے اس سے ملاقات کرے۔ اور جب کافر کا آخری وقت آتا ہے اور وہ اپنے انجام کی طرف دیکھتا ہے تو چاہتا ہے اس کی جان بدن میں واپس لوٹ جائے کیونکہ وہ اس کے نکلنے کو ناپسند کرتا ہے، تب وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

امام طبرانی، ابو نعیم اور ابن منبہ، (رحمہم اللہ) یہ دونوں کتاب المعرفۃ، میں امام جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے، اور وہ ابن الخزرجی سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جب کہ آپ ایک انصاری کے سرہانے بیٹھے ملک الموت کی طرف دیکھ رہے تھے، تو فرمایا:

"اے ملک الموت ہمارے ساتھی کے ساتھ نرمی کر! کہ بیشک یہ مومن ہے، تو ملک الموت نے جواب دیا: کہ اطمینان رکھیے! اور خوش رہیے! اور جان لیجئے کہ میں ہر مومن پر بہت مہربان ہوں۔

امام ابن ابی الدنیا، کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں

ترجمہ: حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام سے کہا، مجھے اپنی وہ شکل دکھاؤ جس میں تم مومن کی روح قبض کرتے ہو، تو ملک الموت (عزرائیل) علیہ السلام نے اُنہیں وہ نورانی حسین و جمیل صورت دکھائی، تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اگر مومن مرتے وقت راحت واکرام کا اور کوئی منظر نہ دیکھے تو اس کے لیے یہی کافی ہے۔

عبد الرحیم الارانی "کتاب الاخلاص" میں حضرت ضحاک علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں۔ فرمایا:

جب مومن کی روح قبض ہوتی ہے تو اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے اور مقربین فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں، پھر اس کو دوسرے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، پھر تیسرے کی طرف، پھر چوتھے کی طرف، پھر پانچویں کی طرف، پھر چھٹے کی طرف، اور پھر ساتویں کی طرف یہاں تک کے وہ اسے لے کر سدرۃ المنتھی تک پہنچ جاتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! یہ تیرا فلاں بندہ ہے، حالانکہ وہ اسے جانتا ہے۔ پھر عذاب سے نجات کا مہر شدہ پروانہ اس کے لیے لیا جاتا ہے، اس بارے میں ارشاد بانی ہے، (ترجمہ: ہاں ہاں نیکوں کے نامہ اعمال سب سے بلند مقام پر ہیں، اور تم لوگ کیا جانو کے علیین کیا ہے، وہ ایک مہر شدہ نوشتہ ہے، ملائکہ مقربین جس کی زیارت کرتے ہیں)۔ (المطففین: ۱۸-۲۱)

ابو نعیم اور ابن منبہ حضرت ابو سعید خدری رضي اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: بیشک مومن جب آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے اور دنیا سے کوچ کرتا ہے، تو آسمانوں سے فرشتے اس کے کفن اور عطریات کے ساتھ اترتے ہیں، گویا ان کے چہرے سورج کی طرح روشن ہیں، پھر وہ اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے، پھر جب اس کی روح پرواز کرتی ہے تو زمین و آسمان کا ہر فرشتہ اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتا ہے۔

امام احمد، نسائی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی (رحمہم اللہ) حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بلا شبہ جب مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو رحمت کے فرشتے اس کے پاس سفید ریشمی لباس کے ساتھ آتے ہیں، پھر ایک ایسی

خوشبو نکلتی ہے جو مشک و کستوری سے بھی زیادہ معطر ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے متعارف کرواتے ہیں، پھر وہ اسے اس کے بہترین القاب سے پکارتے ہیں، یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان کے دروازے تک آتے ہیں، تو وہاں کے فرشتے پوچھتے ہیں: یہ زمین کی طرف سے کیسی خوشبو آرہی ہے ؟اور جوں جوں وہ اگلے آسمان کی طرف چڑھتے جاتے ہیں فرشتے ایسا ہی پوچھتے ہیں، یہاں تک کہ وہ مومنوں کی روحوں تک جا پہنچتے ہیں اور وہ سب اسے بے انتہا خوشی سے ملتے ہیں کہ ایسی خوشی اُنہیں کسی اور کے ملنے سے نہیں ہوئی ہوتی اور اس کا ایسا استقبال کرتے ہیں جیسا استقبال انہوں نے کسی اور کا نہیں کیا ہوتا، پھر اس سے لوگوں کا حال احوال پوچھتے ہیں کہ فلاں کیسا تھااور فلاں کیسا تھا، فرشتے کہتے ہیں، اسے چھوڑدو کے یہ کچھ آرام کرلے، کیونکہ، یقیناً یہ دنیا کی پریشانی سے نکل کر آیا ہے۔

حضرت براء، سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مومن کے انتقال کے وقت فرشتے ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں، جس میں مشک و عنبر و جنتی پھولوں کی خوشبو بسی ہوتی ہیں اور اس کی روح اس طرح نکالتے ہیں جیسے آٹے میں سے بال نکالا جاتا ہے۔اور اسے کہا جاتا ہے: اے مطمئن جان! رضا اور خوشی کے ساتھ باہر نکل، تجھ پر خدا کی رحمت اور بخشش ہیں، پھر جب وہ اس کی روح نکال لیتے ہیں تو مشک و ریحان میں رکھ کر اس کو حریر میں لپیٹ دیتے ہیں اور علیین میں لیے جاتے ہیں۔

امام الجونی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیتِ کریمہ: والسابحات سبحا (النازعات: ۳) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: جب مومنوں کی ارواح کو ملک الموت علیہ السلام دیکھتے ہیں، تو وہ کہتے ہیں، اے نفس مطمئنۃ! مشک و ریحان کی طرف چل! اس حال میں کہ تیرا رب تجھ سے ناراض نہیں ہے، تو جنت کے شوق اور خوشی میں ایسی تیرتی ہوئی چل جیسے کوئی تیراک پانی میں تیرتا جاتا ہے۔ (فالسابقات سبقا) یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی طرف روانہ ہو۔

(بشری الکئیب بلقاء الحبیب، مجموعہ رسائل سیوطی، صفحہ ۲۸۳)

☆☆☆☆☆☆

مقدس بارگاہوں کے درودیوار چومنا

از-امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر پر جانے کے وقت دروازے کی چوکھٹ چومنا اور پھر باوجود تعظیم اس پر پیر رکھ کے اندر جانا کیسا ہے؟ بینواتوجروا

الجواب:- اصل کلی یہ ہے کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہ کبریا علی الخصوص محبوبان خدا انحائے تعظیم حضرت عزت جل وعلاہے۔

قال اللہ تعالٰی: **ومن یعظم حرمت اللہ فھو خیر لہ عندربہ۔**

جواللہ تعالٰی کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے پروردگار کے یہاں۔

وقال تعالٰی: **ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔**

جواللہ کے شعاروں کی تعظیم کرے وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

بوڑھے مسلمان اور عالم باعمل اور حاکم عادل کی تعظیمیں اللہ تعالٰی کی تعظیم سے ہیں۔ (اسے ابوداؤد نے ابوموسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔)

اور علمائے کرام قدیما وحدیثافقہا وحدیثا تصریحات فرماتے ہیں کہ **حرمۃ المسلم حیا ومیتا سواء،**

مسلمان زندہ ومردہ کی حرمت یکساں ہے، ولھذا علماء نے وصیت فرمائی کہ قبر سے اتنا ہی قریب ہو جتنا زندگی دنیا میں صاحب قبر سے قریب ہو سکتا ہے اس سے زیادہ آگے نہ جائے،

عالمگیریہ میں ہے:

فی التھذیب یستحب زیارۃ القبور وکیفیۃ الزیارۃ کزیارۃ ذٰلک المیت فی حیاتہ من القرب والبعد کذا فی خزانۃ الفتاوٰی ۔

تہذیب میں ہے زیارت قبور مستحب ہے۔ زیارت کی کیفیت یہ ہے کہ جتنا قرب وبعد میت کی زندگی میں اس کی زیارت کے لئے ہوتا تھا بعد مرگ بھی اتنا ہی ہو، خزانۃ الفتاوی میں یونہی ہے۔

اور شک نہیں کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف وعادت پر ہے

کما حققہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ فی اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد

(جیسا کہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ نے

اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اس کی تحقیق کی ہے)۔ تو جس کی تعظیم شرعا مطلوب ہے وہاں جو جو افعال وطرق حسب عرف وعادت قوم کئے جاتے ہیں اسی مطلوب شرعی کی تحت میں داخل ہوں گے جب تک کسی خاص فعل سے نہی شرعی نہ ثابت ہو، جیسے سجدہ یا قبر کی طرف نماز کہ یہ شرعا ممنوع ہیں۔

ولھذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر، پھر علامہ ابن سندھی نے لباب میں اور ان کے سوا اور علمائے کرام نے زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرمایا

کلمہ کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسناً

جو کچھ تعظیم واجلال میں زیادہ داخل ہوں خوب ہے۔

ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں فرمایا:

تعظیم النبی صلی تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور االلہ ابصارھم

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ان جمیع اقسام تعظیم کے ساتھ جس میں حضرت عزت سے الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ آئے امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں یعنی جنھیں نور ایمان بخشا ہے۔

ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

جب یہ اصل کلی معلوم ہو ہوگئی حکم صور مسئولہ منکشف ہوگیا آستانہ بوسی پر یہ اعتراض کہ اول چومیں گے پھر پاؤں رکھ کر جائیں گے محض نادانی ہے کعبہ معظمہ ومسجد حرام شریف میں بھی یہی صورت ہے اور ضرورت ایک دوسرے کے منافی نہیں۔

منسک متوسط میں ہے:

ثم یأتی الملتزم ویأتی الباب ویقبل العقبۃ ویدعو ود خل البیت ۔ الخ۔

طواف کرنے والا ملتزم پر آئے اور دروازے پر آکر چوکھٹ کو بوسہ دے اور دعا کرکے اندر داخل ہو۔ الخ

مسلک متقسط میں ہے:

ان یدخل المسجد من باب السلام حافیا وزاد فی کنز العباد ویقبل عتبتہ (ملخصا)

مسجد حرام میں باب السلام سے ننگے پاؤں داخل ہو، کنز العباد میں یہ لفظ زائد ہے اور بوسہ دے چوکھٹ کو، ملخصا۔

اور شک نہیں کہ آستانہ بوسی عرفا انحائے تعظیم سے ہے اور شرعا اس سے منع ثابت نہیں تو حکم جواز چاہئے،

اقول وبااللہ التوفیق

(میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتاہوں۔) مگر یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جس پر اطلاع نہیں ہوتی مگر بتوفیق حضرت عزت عزجلالہ شرع مطہرہ کا قاعدہ عظیمہ وجلیلہ معروفہ ومشہورہ ہے کہ

الامور بمقاصد ھا

(امور میں مقاصد کا اعتبار ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات وانکا لکل امری مانوی

اعمال نیات کے ساتھ ہیں اور ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے۔

انحنا یعنی جھکنے اور پیٹھ دوہری کرنے سے کسی کی تعظیم شرعا مکروہ ہے اور جب بقدر رکوع یا اس سے زائد ہو تو کراہت سخت واشد ہے۔

حدیث میں ہے:

قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لا الحدیث، رواہ الترمذی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ! ہم اپنے کسی بھائی یا دوست کو ملتے ہیں تو کیا ملاقات میں اس کے لئے جھکا جائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ الحدیث، اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

عالمگیری میں ہے:

الانحناء للسلطان اولغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواھر الاخلاطی، ویکرہ الانحناء عندالتحیۃ وبہ وردالنھی کذا فی التمرتاشی، تجوز الخدمۃ لغیرہ االلہ تعالیٰ بالقیام واخذ الیدین والانحناء و لایجوز السجود الا االلہ تعالیٰ کذا فی الغرائب۔ انتہی قلت وکان محمل ھذا علی ما اذا لم یبلغ الرکوع فیکرہ تنزیھا وھو یجامع الجواز کما نصوا علیہ واالله تعالی اعلم۔

سلطان وغیرہ کے لئے جھکنا مکروہ ہے کیونکہ یہ عمل مجوس کے فعل کے مشابہ ہے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے۔اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے اس پر نہی وارد ہے۔ جیسا کہ تمرتاشی میں ہے۔ غیر اللہ کی تعظیم کے لئے قیام، مصافحہ، اور جھکنا جائز ہے ہاں سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ یوں غرائب میں ہے میں کہتاہوں اس قیام کا محمل وہ قیام ہے جو رکوع کی حد تک نہ ہو کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ کراہت جواز کو جامع ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مگر محل ممانعت یہی ہے کہ نفس انحناء ہے مقصود اصل غرض تعظیم ہو۔

کما ھو مفاد قولہ اینحنی لہ، وفحوی قولھم عندا لتحیۃ، ویعطیہ الحصر فی قولھم بہ وردالنھی۔

جیسا کہ سائل کے قول _ کیا اس کے لئے جھکے _ اور فقہاء کے قول _ عندالتحیۃ سے مفاد اور ان کے قول _ بہ وردالنھی ___ نے اس کا حصر دیا ہے۔

اور اگر مقصود کوئی اور فعل ہے اور انحناء خود مقصود نہیں بلکہ اس فعل کا محض وسیلہ وذریعہ ہے تو ہر گز ممانعت نہیں

وھو اظھر من ان یظھر

(یہ ظاہر سے اظہر ہے۔) عالم دین یا سلطان عادل کی خدمت کے لئے اس کا گھوڑا باندھنا یا کھول کر حاضر لانا یا بچھونا کرنا، یا وضو کرانا، پاؤں دھلانا یا اس کا جوتا اٹھانا یا مجلس سے اٹھتے وقت اس کی جوتیاں سیدھی کرنا، یہ سب افعال تعظیم وتکریم ہی ہیں اور ان کے لئے جھکنا ضرور مگر انحناء زنہار ممنوع نہیں کہ مقصود ان افعال سے تعظیم ہے نہ جھکنے سے، یہاں تک کہ اگر بے جھکے یہ افعال ممکن ہو جھکنا نہ ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر مبارک بچھانا، وضو کرانا، حضور جب مجلس میں تشریف رکھیں نعلین اقدس اٹھا کر اپنے پاس رکھنا جب تشریف لے چلے حاضر لا کر سامنے رکھنا، یہ دونوں جہان کی عزتیں مبارک، معزز خدمتیں بارگاہ رسالت ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد تھی، بخاری شریف میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمطھرۃ۔

کیا تمھارے ہاں نعلین اور بستر، طہارت والے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) موجود نہیں۔

مرقاۃ میں ہے:

قال القاضی یرید بہ انہ کان یخدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویلازمہ فی الحالات کلھا فیصاحبہ فی المجالس ویأخذ نعلہ ویضعھا اذا جلس وحین نھض ویکون معہ فی الخلوات فیسوی مضجعہ ویضع وسادتہ اذا ارادان ینام ویھی لہ طھورہ ویحمل معہ المطھرۃ اذا قام الی الوضوع۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود حضور کی خدمت میں تمام وقت حاضر رہتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلسوں میں ساتھ رہ کر آپ کے نعل مبارک اٹھاتے اور رکھتے جب تشریف فرما ہوتے اور مجلس سے اٹھتے اور تخلیہ میں آپ کے ساتھ رہتے آپ کے بستر مبارک کو درست بچھاتے اور تکیہ رکھتے جب آپ نے آرام فرمانا ہوتا اور طہارت کا انتظام کرتے اور آپ کے ہمراہ لوٹا لے جاتے جب آپ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔

اور سب سے اظہر واز ہر وہ حدیثیں ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنا وارد فقیر نے یہ حدیثیں اپنے فتاوٰی میں جمع کردی ہیں، از انجملہ حدیث وفد عبدالقیس کہ امام بخاری نے ادب مفرد اور ابوداؤد نے سنن میں حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ۔

ہم ایک دوسرے سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے

ظاہر ہے کہ پاؤں چومنے کے لئے تو زمین تک جھکنا ہوگا مگر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جائز رکھا کہ مقصود بوسہ قدم سے تعظیم ہے نہ کہ نفس انحناء، یہی سر نفیس ہے کہ علماء کرام نے تحیت و مجرا کے لئے زمین بوسی کو حرام بتایا کہ اس میں جھکنے ہی سے تعظیم کی جاتی ہے یہاں تک کہ زمین کو منہ لگادیا۔

عالمگیریہ میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ او قبل الارض بین یدیہ لایکفر ولکن یاثم لارتکابہ الکبیرۃ وھوالمختار کذا فی جواہر الاخلاطی وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی، اثم کذا فی التاتارخانیہ ،وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزھاد فعل الجھال والفاعل والراضی اٰثمان کذا فی الغرائب۔ انتہی باختصار،

جس نے سلطان کی سلامی کے لئے سجدہ کیا یا زمین کو بوسہ دیا کافر نہ ہوگا، لیکن کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی بناء پر گنہگار ضرور ہوگا پس یہی مختار ہے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے عظیم (سلطان) کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے۔ جبکہ یہ کام کرنے والا اور اس پر خوش ہونے والا گنہگار ہوگا، یوں تاتار خانیہ میں ہے اور علماء اور زاہد لوگوں کے سامنے زمین کو بوسہ دینا جہالت ہے۔ ایسا کرنے والے اور اس پر خوش ہونے والے سب گنہگار ہوں گے جیسا کہ غرائب میں ہے انتہی باختصار

اور علماء کبار بے نکیر وانکار زمین مدینہ طیبہ کو بوسہ دینے اور اس کی خاک پر منہ اور رخسار ملنے کی قسمیں کھاتے ہیں اور ممکن ہو تو وہاں آنکھوں اور سر سے چلنے کی تمنائیں فرماتے ہیں اور اسی کو واجب بلکہ پورے واجب سے بھی کم بتاتے ہیں کہ یہاں تعظیم بالانحناء مقصود نہیں بلکہ براہ

محبت بطور تبرک اس زمین پاک کو بوسہ دینا اس کی خاک سے چہرہ نورانی کرنا بن پڑے تو پاؤں رکھنے سے اس عظمت والے مقام کو بچانا،

امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

وجدیرلمواطن اشتملت تربتها علی جسد الشریف ومواقف سید المرسلین و متبوأ خاتم النبیین واول ارض مس جلد المصطفیٰ ترابها ان تعظم عرصاتها وتتنسم نفحاتها وتتقبل ربوعها و جدارتها

وعلیّ عهد ان ملات محاجری

من تلکم الجدرات والعرصات

لاعفرن مصون شیبی بینهما

من کثرة التقبیل والرشفات

مختصرا۔

یعنی لائق ہے ان موضع کو جن کی زمین جسم پاک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہیں خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے قرار اور پہلی وہ زمین جس کی مٹی نے جسم پاک مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مس کیا کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے اور اس کی مہکتی ہوئی خوشبوئیں سونگھی جائیں اور منزلیں اور دیواریں چومی جائیں۔اور مجھ پر عہد ہے کہ اپنی آنکھوں کے گوشے ان دیواروں اور میدانوں سے بھروں گا، خدا کی قسم میں اپنی سفید داڑھی کہ گرد وغبار سے بچائی جاتی ہے ان میدانوں میں کثرت بوسہ بازی سے ضرور خاک آلودہ کروں گا۔ مختصرا۔

علامہ سندھی تلمیذ امام ابن الہمام نے لباب المناسک میں فرمایا:

اذا وقع بصره علی طیبة المطیبة واشجارها العطرة دعا بخیرالدارین وصلی وسلم علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم والاحسن ان ینزل عن راحلته بقربها، ویمشی باکیا حافیا ان اطاق تواضعا اللہ ورسوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وکلما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا بل لو مشی هناک علی احداقه و بذل المجهود من تذللہ وتواضعه کان بعض الواجب بل لم یف بمعشار عشره ۔ اللهم صلی وسلم وبارک علیه وعلی اله وصحبه کما ینبغی لاداء حقه العظیم اٰمین۔

یعنی جب مدینہ طیبہ اور اس کے مہکتے ہوئے درختوں پر نظر پڑے دونوں جہان کی بھلائی مانگے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلوٰۃ وسلام عرض کرے اور بہتر یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے قریب سواری سے اترے اور ہو سکے تو روتا ہوا برہنہ پا چلے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے تواضع کے لئے اور جو کچھ ادب و تعظیم میں زیادہ دخل رکھے خوب ہے بلکہ وہاں آنکھوں کے بل چلے اور تذلل وفروتنی میں پوری کوشش خرچ کردے تو واجب کا ایک حصہ ہو بلکہ سوواں بھی ادانہ ہوا۔ یااللہ! صلوۃ وسلام اور برکت ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب پر کماحقہ۔آمین۔

امام احمد قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مواہب شریف میں امام حافظ الحدیث فقیہ علامہ ابوعبداللہ محمد بن رشید سے نقل فرماتے ہیں : سفر مدینہ طیبہ میں میرے رفیق ابوعبداللہ وزیر ابن القاسم بن الحکم ساتھ تھے ان کی آنکھیں دکھتی تھیں جب میقات مدینہ طیبہ پر آئے ہم سواریوں سے اتر لئے، پیادہ چلتے ہیں انھیں آثار شفا نظر آئے، فوراحسب حال ارشاد کیا۔

وبالتراب منها اذا کحلنا جفوننا شفینا فلا بأ سا نخاف ولا کربا

نسح سجال الدمع فی عرصاته ونلثم من حب لواطئه الترابا

جب اس کی خاک کا ہم نے سرمہ لگایا شفاء پائی تو اب کسی شدت و تکلیف کا اندیشہ نہیں ہم آنسوؤں کے ڈول اس کے میدانوں میں بہاتے ہیں اور اس زمین پر چلنے والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں خاک کو چومتے ہیں۔

پھر خود اپنے حال میں فرماتے ہیں جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور سب اہل قافلہ پیادہ ہوئے میں نے کہا:

اتیتک زائرا وودت انی جعلت سواد عینی امتطیہ

ومالی لا اسیر علی المآتی الی قبر رسول ااﷲ فیہ

میں زیارت کے لئے حضور میں حاضر ہوا اور تمنا تھی کہ اپنے آنکھ کی پتلی پر اس راہ میں چلوں اور کیوں نہ چلوں آنکھوں کے بل اس مزار پاک کی طرف جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرمائیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

کان الشیخ احمد بن الرفاعی کل عام یرسل مع الحجاج السلام علی النبی صلی ااﷲ تعالٰی علیہ وسلم فلما زارہ وقف تجاہ مرقدہ وانشد:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا - تقبل الارض عنی فھی نائبتی

وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت - فامدد یدیک لکی تحظی بھا شفتی

فقیل ان الید الشریفۃ بدت لہ فقبلھا - فھنیئا لہ ثم ھنیئا۔

یعنی امام اجل قطب اکمل حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کر بھیجتے، جب خود حاضر آئے مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی:

میں جب دور تھا تو اپنی روح بھیج دیتا کہ میری طرف سے زمین کو بوسہ دے تو وہ میری نائب تھی، اور اب باری بدن کی ہے۔ کہ جسم خود حاضر ہے دست مبارک عطا ہو کہ میرے لب اس سے بہرہ پائیں۔ کہا گیا کہ دست اقدس ان کے لئے ظاہر ہوا انھوں نے بوسہ دیا تو بہت بہت مبارکی ہو ان کو۔

علامہ احمد بن مقری فتح المتعال میں فرماتے ہیں جب امام اجل علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی ملک شام میں بعد وفات امام اجل ابوزکریا مدرسہ جلیلہ اشرفیہ میں دارالحدیث کے درس دینے پر مقرر ہوئے فرمایا:

وفی دارالحدیث لطیف معنی الی بسط لھا اصبو واٰوی

لعلی ان امس بحر وجھی مکانا مسہ قدم النواوی

دارالحدیث میں ایک معنی لطیف ہے میں اس کے بستروں کی طرف میل کرتا اور قرار پکڑتا ہوں شاید میرا چہرا لگ جائے اس جگہ پر جہاں امام نوری کے قدم چھو گئے ہوں۔

خلاصہ امر یہ قرار پایا کہ اگر آستانہ بلند ہو کہ بے جھکے بوسہ دے سکے تو بلا شبہ اجازت ہے۔ اور اگر پست خصوصا زمین دوز ہو تو اگر ولی زندہ یا مزار سامنے ہے اس کے مجرے کی نیت سے جھک کر بوسہ دیا تو ناجائز ہے۔ اور اگر محض بنظر تبرک وحب اپنے ہی نفس انحنا سے تعظیم مقصود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں،

ھکذا ینبغی التحقیق وااﷲ تعالٰی ولی التوفیق

(یوں تحقیق چاہئے اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) پھر بھی عالم متقدا اور اسی طرح پیر اور اس شخص کو جس کے کچھ اتباع ہوں کہ اس کے افعال کا اتباع کریں اسے مناسب ہے کہ اپنے عوام متبعین کے سامنے نہ کرے مبادا وہ فرق نیت پر آگاہ نہ ہوں اور اس کے فعل کو سند جان کر بے محل بجالائیں، ایسی حالت میں صرف اس قدر کافی ہے کہ

آستانہ کو ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں اور منہ پھیر لے جس طرح عبداللہ بن عمرو وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم منبر انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے،

شفاء شریف میں ہے:

روی ابن عمرو اضعایده علی مقعبد النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم المنبر ثم وضعها علی وجہ، وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا خلا المسجد حسوا امّانۃ المنبر التی تلی القبر بمیامنهم ثم استقبلوا القبلۃ یدعون

مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھتے پھر اپنے چہرے پر ہاتھ کو رکھتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے۔ کہ صحابہ کرام جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو قبر انور کے کناروں کو اپنے دائیں ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ رو ہو کر دعا کرتے۔

یہ دونوں حدیثیں امام ابن سعد نے کاب الطبقات میں روایت کیں

کما فی مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء

(جیسا کہ مناہل الصفا فی احادیث الشفا میں ہے۔)

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

وهذا یدل علی جوز التبرک بالانبیاء والصالهین وأثارهم ومایتعلق بهم مالم یؤد الی فتنۃ اوفساد عقیدۃ و علی هذا یحمل ماروی عن ابن عمر (عہ) رضی االلہ تعالٰی عنه من انه قطع الشجرۃ التی واقعت تحتها البیعۃ لئلا یفتتن بها الناس لقرب عهدهم بالجاهلیۃ فلامنافاۃ بینهما ولاعبرۃ بمن انکر مثله من جهلۃ عصر نا وفی معناه انشدوا

امر علی الدیار لیلٰی اقبل ذاالجدار وذاالجدارا
وصاحب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

واالله تعالٰی اعلم۔

یہ واقعہ اس بات پر دال ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صلحاء اور ان کے آثار اور متعلقات سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے جبکہ فتنہ اور عقیدے کے فساد کا احتمال نہ ہو اسی معنی پر محمول ہے جو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے بیعت رضوان والے درخت کو کاٹ دیا تاکہ نو مسلم لوگ اس درخت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں تو تبرک کے جواز اور درخت کٹوانے میں منافات نہیں ہے اور ہمارے زمانے کے جاہلوں کا جو ایسے امور کا انکار کرتے ہیں کوئی اعتبار نہیں اہل محبت آثار کے متعلق شعر کہتے ہیں

میں خاص دیار پر جو لیلیٰ کا دیار ہے گزرتا ہوں، میں اس دیوار اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں، دیار والے میرے دل میں گھر کر چکے ہیں لیکن دیار میں رہنے والوں سے محبت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ شریف، جلد ۲۲، صفحہ ۳٦٦)

☆☆☆☆☆☆

عبارت حفظ الایمان پر طائرانہ نگاہ

از: مظہر اعلی حضرت امام المناظرین ابو الفتح الشاہ حشمت علی خان قادری رضوی علیہ الرحمہ۔

حفظ الایمان (صفحہ ۸) چنانچہ اصل عبارت اس کتاب کی یہ ہے کہ:

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب عمر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہیں رہے تو اسکا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔"

اس عبارت میں مولوی تھانوی صاحب نے علمِ غیب کی صرف دو ہی قسمیں کیں۔ ایک کل علمِ غیب جس سے غیب کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے اور اس کو عقلی و نقلی دونوں قسم کی دلیلوں سے رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کے لیے باطل بتایا۔ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کے لیے نہ رہا مگر بعض علمِ غیب۔ یعنی اس قدر علمِ غیب جو کل نہ ہو خواہ کتنا ہی کم یا کتنا ہی زیادہ ہو اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ و آلہ و سلم کے لیے باطل نہیں بتایا بلکہ یوں کہا کے اس بعض علمِ غیب میں حضور کی کچھ خصوصیت نہیں ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو یعنی ہر خاص و عام شخص کو بلکہ ہر صبی و مجنون یعنی ہر ایک بچے ہر ایک پاگل کو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم یعنی سب جانوروں اور چارپایوں کے لیے بھی حاصل ہے۔

پیارے سنی بھائیوں انصاف سے کہو کیا کوئی عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ و السلام کے متعلق یا کوئی یہودی حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق یا کوئی پارسی اپنے مذہبی پیشوا زرتشت کے متعلق یا کوئی ہندو اپنے کسی اوتار کے متعلق ایسا کہہ سکتا ہے کہ ان کو خدا کے برابر تو کل علم تو نہیں تھا، ہاں خدا کے علم سے کم یعنی بعض علوم ان کو تھے لیکن اس میں ان کی کچھ خصوصیت نہیں ایسا علم تو ہر چمار ہر بھنگی ہر بچے ہر پاگل ہر جانور ہر چار پائے کو بھی حاصل ہے کیا کسی عیسائی یا یہودی یا پارسی یا ہندو کے مذہبی پیشوا یا اوتار کے متعلق ایسا کہا جائے تو وہ اس کلام کو اپنے مذہبی پیشوا یا اوتار کی سخت شدید توہین نہیں سمجھے گا؟ عیسائی یہودی پارسی ہندو ہمارے آقا و مولیٰ حضور سیدنا محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہِ وسلم پر ایمان نہیں لاتے لیکن باوجود ایمان نہ لانے کے آج تک کسی عیسائی یہودی پارسی ہندو نے بھی ہرگز ایسا نہیں کہا کے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہِ وسلم کو معاذ اللہ غیب کی باتوں کا جیسا علم ہے ایسا تو ہر بچے ہر پاگل ہر جانور ہر چار پائے کو بھی ہے۔

آہ آہ مسلمانوں کا مولوی کہلاتے ہوئے حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہِ وسلم کی ایسی شدید توہین اور سخت گستاخی کی جا رہی ہے اور پھر نہ صرف مسلمان ہونے کا بلکہ مسلمانوں کے مولوی ہونے کا دعویٰ باقی ہے۔ پیارے سنی بھائیوں! تم اگر کسی وہابی دیوبندی سے یوں کہہ دو کہ تمہارے مولویوں اشرفعلی تھانوی، رشید احمد گنگوھی، خلیل احمد انبھٹی، قاسم نانوتوی، عبد الشکور کاکوروی کو خدا کے برابر تو علم ہرگز نہ تھا ہاں خدا سے کم یعنی بعض باتوں کا علم تھا تو ان بعض باتوں میں

تھانوی،گنگوہی، انبیٹھی ،کاکوروی،نانوتوی کی کچھ خصوصیت نہیں ایسا علم تو ہر کتے ہر سور ہر بیل ہر گدھے کو بھی حاصل ہے۔تو فوراًوہ وہابی دیوبندی ایساسن کر بگڑ جائیگا، بکھر جائیگا، لڑنے اور مرنے مارنے پر تیار ہو جائے گا اور شور مچانے لگے گا کے تم نے ہمارے مولویوں کی توہین کی ہے۔آہ!آہ! افسوس جیسی عبارت میں تھانوی،انبہٹی ،گنگوہی،نانوتوی،کاکوروی کی توہین ہے کیا ویسی عبارت میں ہمارے پیارے آقاسید نامحمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین نہ ہو گی۔

(تلخیص الشمع،صفحہ ۱۵)

☆☆☆☆☆☆

گستاخان صحابہ کا انجام

از:- امام ضیاءالدین ابی عبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی رضی اللہ عنہ

شیخین پر تبرا کرنے والے کا انجام:

حضرت خلف بن تمیم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو الخصیب بشیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دولت مند تاجر تھا اور کسری کے شہر مدائن میں رہتا تھا یہ ابن ہبیرہ کے زمانے کی بات ہے۔ان کا بیان ہے کہ ایک مزدور نے آکر مجھے بتایا کہ مدائن کے ایک مسافر خانے میں ایک شخص کی موت ہو گئی ہے،اس کے پاس کفن نہیں ہے، یہ سن کر میں چل پڑا یہاں تک کہ مسافر خانے میں پہنچ گیا، تو مجھے ایک میت کے پاس لے جایا گیا جو کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی۔اس کے پیٹ پر ایک اینٹ تھی،اس کے پاس اس کے ساتھیوں کی ایک جماعت تھی، انہوں نے مجھے اس کی عبادت اور بزرگی کے بارے میں بتایا، تو میں نے کفن وغیرہ خریدنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا، اور گورکن کو قبر کھودنے کے لئے بھیجا ہم نے اس کے لیے اینٹوں کا انتظام کیا اور غسل دینے کے لئے پانی گرم کرنے لگے،اسی درمیان وہ اٹھ بیٹھا اور اس کے پیٹ سے اینٹ گر گئی اور وہ چلانے لگا: ہائے تباہی! ہائے بربادی! ہائے آتش جہنّم! یہ دیکھ کر اس کے ساتھی اس سے دور ہو گئے، میں نے اس کے قریب جا کر اس کا بازو پکڑ کر ہلایا اور پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ کیا بات ہے؟اس نے بتایا کہ میں کوفہ کے مشائخ کی صحبت میں رہا کرتا تھا، انہوں نے مجھے اپنے دین میں داخل کر لیا جس میں حضرت ابو بکر و عمر کی شان میں گستاخی اور تبرا کیا جاتا تھا، میں نے کہا استغفرُاللہ، دوبارہ ایسا مت کرنا،اس نے جواب دیا: مجھے فائدہ نہ ہو گا کیوں کہ مجھے جہنّم میں میرے ٹھکانے تک لے جایا گیا میں نے اسے دیکھا اور مجھ سے کہا گیا کہ تم اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاؤ اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے انہیں بتاؤ پھر اپنی حالت پر لوٹ آنا۔

جیسے ہی اس کی بات پوری ہوئی وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔ پھر میں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ کفن لایا گیا اور میں نے کفن لے لیا اور کھڑے ہو کر کہا کہ میں نہ تو اسے کفن دوں گا نہ غسل اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھوں گا، پھر واپس چلا آیا، بعد میں مجھے معلوم ہوا جو لوگ اس کے ساتھ تھے۔ اس کے ہم خیال تھے اور اس کے غسل، دفن اور نماز جنازہ کے ذمہ دار تھے، حضرت خلف کا بیان ہے کہ میں نے کہا اے ابوالخصیب! یہ جو بات آپ نے بتائی اس وقت آپ حاضر تھے؟ انہوں نے کہا میری نگاہوں نے اُسے دیکھا، میرے کانوں نے اُسے سنا اور میں اُسے لوگوں تک پہنچاؤں گا۔

شیخین کا گستاخ خنزیر بن گیا:

محیاہ تیمی کہتے ہیں کہ قبیلۂ عک کے موذن نے مجھ سے بیان کیا کہ میں اپنے چچا کے ساتھ مکران گیا تھا۔ ہمارے ساتھ ایک شخص اور تھا جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی شان میں گستاخی کرتا تھا، ہم نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ پھر ہم نے کہا ہم سے الگ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ الگ ہو گیا۔جب روانگی کا وقت قریب آیا تو ہمیں ندامت ہوئی، میں نے کہا کاش وہ کوفہ جانے تک ہمارے ساتھ رہتا، پھر اس کے ایک غلام سے ملاقات ہوئی ہم نے اس سے کہا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا

ہمارے پاس واپس آجائے اس نے کہا میرے آقا کے ساتھ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے، اس کے دونوں ہاتھ خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے اس کے پاس جاکر کہا کہ ہماری طرف لوٹ آؤ، اس نے کہا کہ میرے ساتھ ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے، پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ نکالے میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ خنزیر کی طرح ہو گئے ہیں۔ پھر وہ ہمارے ساتھ ہو گیا یہاں تک کہ ہم شہر سے متصّل ایک گاؤں پہنچے جہاں بہت سے خنزیر تھے جب اس نے انہیں دیکھا تو ایک زوردار چیخ ماری اور اچھل پڑا اس کی صورت خنزیر کی طرح ہو گئی پھر وہ ہم سے روپوش ہو گیا اور ہم اس کے غلام اور ساز وسامان کے ساتھ کوفہ چلے آئے۔

ایک گستاخ رافضی کا انجام:

ابو محمد خراسانی کا بیان ہے کہ خراسان میں ایک بادشاہ تھا، اس کا ایک عبادت گزار خادم تھا، جب حج کی تیاری ہونے لگی تو اس نے اپنے آقا سے حج کی اجازت مانگی، لیکن اس نے اجازت نہ دی، خادم نے کہا میں نے آپ سے اللہ ورسول کی اطاعت کی اجازت مانگی ہے، اس نے کہا میں نہیں دیتا: میری ایک ضرورت کی ذمہ داری لے لو، اگر ایسا کرو تو اجازت دوں گا۔ ورنہ اجازت نہیں دوں گا۔ خادم نے کہا بتایئے۔ اس نے کہا میں تمہارے ہمراہ اونٹنی، بار بردار اونٹ خدام اور کچھ لوگوں کو بھیجوں گا، جب تم روضہ رسول پہنچ جانا تو کہنا: یارسول اللہ میرے آقا نے کہا ہے کہ میں آپ کے ساتھ آرام کرنے والے دونوں ساتھیوں سے بیزار ہوں، خادم کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ جب کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا تھا۔ پھر میں مدینہ منورہ پہنچا، فوراً روضہ رسول حاضری دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بارگاہ میں سلام پیش کیا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ برا پیغام پہنچانے میں شرم آرہی تھی، پھر میں روضہ رسول کے مقابل مسجد نبوی شریف میں سو گیا، میری آنکھ لگ گئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قبر انور کی دیوار کھل گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ سبز کپڑے زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ اور آپ کے سامنے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی داہنی جانب تھے۔ اُن کے جسم پر سبز لباس تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب تھے وہ بھی سبز لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ مجھ سے فرمار ہے تھے: اے ہوشیار شخص! کیا ہوا تو نے پیغام نہیں پہنچایا؟

میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کے دونوں ساتھیوں کے بارے میں اپنے آقا کی بات بتانے میں شرم آرہی تھی، پھر حضور نے مجھ سے فرمایا کہ یاد رکھو، جب تم حج کرو گے اور انشاء اللہ بخیر و عافیت خراسان پہنچو گے۔ خراسان پہنچنا تو اس سے کہہ دینا کہ نبی کریم ﷺ نے تیرے بارے میں فرمایا ہے کہ اللہ و رسول اس شخص سے بیزار ہیں جو ان دونوں حضرات سے بیزار ہے۔ سمجھ گئے میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ ﷺ پھر فرمایا کہ یاد رکھنا وہ تمہارے پہنچنے کے چوتھے ہی دن مر جائیگا، سمجھ گئے؟ میں نے عرض کیا ہاں، پھر فرمایا یاد رکھو کہ اس کے چہرے پر مرنے سے پہلے ایک پھوڑا نکلے گا، بات سمجھ میں آئی؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! اس کے بعد میری نیند کھل گئی اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی زیارت نصیب ہوئی اور اللہ نے مجھے برا پیغام پہنچانے سے بچا لیا، میں نے حج کیا اور بخیر و عافیت خراسان پہنچا اور اپنے آقا کے پاس بیش قیمت تحائف لے کر گیا، دو دنوں تک اس نے مجھ سے کوئی بات نہ

کی، تیسرے دن پوچھا کہ تم نے میری ضرورت کے متعلق کچھ کیا؟ میں نے کہا: ہاں، اس نے کہا: پھر کیا ہوا؟ میں کہا میرے آقا آپ جواب نہیں سن سکتے، اس نے کہا: بیان تو کرو۔ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا، اور جب اس بات پر پہنچا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے جاکر کہہ دینا کہ اللہ و رسول اس شخص سے بیزار ہیں جو ان دونوں حضرات سے بیزاری کا اظہار کرے، اس نے ہنس کر کہا کہ ہم ان سے بیزار اور وہ ہم سے بیزار، اب سکون ملا، میں نے اپنے دل میں کہا اے دشمنِ خدا! بہت جلد تجھے پتہ چل جائے گا، میرے پہنچنے کے چوتھے دن اس کے چہرے پر ایک تکلیف دہ پھوڑا نکلا، چنانچہ وہ ظہر کی نماز بھی نہ پڑھ سکا کہ اس کی وفات ہو گئی اور ہم نے اسے دفن کر دیا۔

حضرت عبدالوہاب بن علی نے ایک شخص کے بارے میں بیان کیا کہ جب میں حج کے ارادے سے نکلا تو اس نے مجھ سے کہا کہ بارگاہ رسالت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ کے ساتھ ہونے والے دونوں (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نہ ہوتے تو میں آپ کی زیارت کے لیے آتا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں مدینہ منورہ پہنچا اور روضہ رسول کی زیارت سے فارغ ہوا تو اس کی یہ بات بیان کر دی۔ پھر خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ اُسترا دیکھو میں نے دیکھا، حضور نے اس کا وزن کیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا وزن کتنا ہے۔ پھر اس شخص کے پاس تشریف لے گئے جس نے پیغام بھیجا تھا اور اُسے ذبح کر دیا۔ جب میں اس بستی میں آیا جہاں وہ شخص رہتا تھا تو چیخ و پکار کی آواز سنی، بستی والوں کے پاس ہتھیار تھے، میں نے پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے بتایا اسی رات فلاح شخص کو ذبح کر دیا گیا ہے اور اسے بنی فلاح (قبیلے کا نام لے کر کہا) نے ہی قتل کیا ہے، میں نے کہا مجھے دکھاؤ، پھر میں اس کے پاس گیا وہ ذبح کر دیا گیا تھا اور وہ اُسترا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا اس کے قریب رکھا ہوا تھا، میں نے ان لوگوں سے کہا اسے نبی کریم ﷺ نے ذبح کیا ہے اور اُن سے سارا واقعہ بیان کر دیا، پھر میں نے ابو محمد سے پوچھا یہ واقعہ کہا پیش آیا تھا؟ اُنہوں نے بتایا کہ عسقلان کے ساحل پر۔

حیان نحوی کا بیان ہے کہ میرا ایک ساتھی تھا جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا، میں اسے روکتا تو وہ بھڑک جاتا، پھر میں اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آتا، ایک روز اس نے اُن دونوں حضرات کو برا بھلا کہا میں ناراض ہو کر چلا آیا، اور اس کی اس بات سے غم زدہ ہو گیا تھا، کیونکہ میں اس کا مناسب جواب نہیں دے پایا تھا، پھر میں سو گیا، خواب میں آقائے کائنات ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ایسا لگا کی آپ تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ایک ساتھی ہے جو ان دونوں حضرات کے بارے میں مجھے تکلیف دیتا ہے میں اُسے روکتا ہوں تو وہ بھڑک جاتا ہے اور پہلے سے زیادہ اذیت دینے لگتا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے جو قریب ہی تھا اور فرمایا کہ اسے جاکر ذبح کر دو، وہ شخص چلا گیا۔

صبح ہوئی تو میں نے سوچا کہ یہ ایک خواب تھا اگر جاکر اس شخص کو اس کی خبر دونگا تو شاید وہ باز آجائے۔ اس ارادے سے چل پڑا، جب اس کے دروازے کے قریب پہنچا تو چیخ و پکار سنی۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاح شخص ذبح کر دیا گیا ہے۔

شہد کی مکھیوں نے نوچ ڈالا:

حضرت عمار بن سیف ضبی کے چچا ابو الحباب کا بیان ہے کہ ہم سمندری غزوے میں تھے، ہمارے سپہ سالار موسی بن کعب تھے، کشتی میں

ہمارے ساتھ کوفہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابوالحجاج تھی وہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دینے لگا، ہم نے اسے روکا اور منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا، پھر ہم نے ایک سمندری جزیرے میں لنگر ڈال دیا اور نماز ظہر ادا کرنے کے لئے ادھر اُدھر منتشر ہو گئے، ہمارے ایک ساتھی نے کہا ابوالحجاج کی خبر لو، اُسے شہد کی مکھیوں نے نوچ ڈالا ہے، پھر وہ ہمیں ابوالحجاج کے پاس لے گیا جو مر چکا تھا، اُسے شہد کی مکھیوں نے نوچ ڈالا تھا، حضرت عبداللہ بن مبارک نے اس واقعے میں یہ بھی اضافہ کیا کہ ابوالحباب کا بیان ہے کہ ہم نے اُسے دفن کرنے کے لیے قبر کھودنی شروع کی تو زمین انتہائی سخت ہو گئی جس کی وجہ سے قبر نہ کھود سکے، پھر ہم اس پر درخت کے پتے اور پتھر ڈال کر چلے آئے۔

ایک رافضی کی شرارت اور اس کا انجام:

قبیلہ خولان کے ایک یمنی شخص علی نے بیان کیا یمنیوں کی ایک جماعت حج کے لیے آئی تو راستے میں مقام صعدہ پر ایک رافضی کے یہاں ٹھہری، جب وہاں سے کوچ کا ارادہ کیا تو اس نے کہا کہ آپ حضرات سے ایک کام ہے یہ پتھر لیتے جائیں اور اسے روضہ رسول کے پاس ڈال دیں۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ پتھر ایک اوقیہ کا تھا، اُنہوں نے وہ پتھر لے کر آٹے کی تھیلی میں رکھ لیا جب وہاں سے نکل گئے تو بولے ہم اس پتھر کا کیا کرینگے اور اُسے راستے میں ہی پھینک دیا اس کے ہاتف غیبی سے آواز آئی اے امانت والے اپنی امانت پہنچا پھر آٹے کی تھیلی کھول کر دیکھی تو وہ پتھر اُسی آٹے میں پایا جب روضۂ رسول پہنچے تو اُسے اُس کے قریب ڈال دیا۔ رات میں اُن میں سے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آقائے کائنات سے کہہ رہے ہیں کہ اس ملعون کو دیکھیے اس نے کس طرح ہمیں پتھر سے مارا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم بھی اس کمینے لعین کو مار دو۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے مہینے کی وہ رات نوٹ کر لی، واپسی کے وقت اس کے گھر کے پاس سے گزرے تو اس کی بیوی نکل کر آئی اور کہا تمہیں معلوم ہے تمہارے میزبان کا کیا ہوا؟ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ بولی موت ہو گئی پوچھا کیسے بولی پتھر سے مار کر دریافت کیا یہ حادثہ کس رات ہوا؟ اس نے بتایا فلاں مہینے کی فلاں رات کو۔ اُنہوں نے جو تاریخ نوٹ کی تھی دیکھا تو وہی رات تھی۔ پھر اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس وہ پتھر ہے جس سے اُسے مارا گیا؟ بولی ہاں، نکال کر دکھایا تو بعینہ وہی پتھر تھا۔

شیخین کو برا بھلا کہنے والا کتا بن گیا:

حضرت صفوان کا بیان ہے کہ میں نے سفر شام کے لیے ایک اونٹ کرائے پر لیا، اور ایک مسجد میں جا کر امام کے پیچھے نماز پڑھی، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی برائی کی۔ میں اس مسجد سے نکل گیا اور آئندہ سال واپسی کے وقت اسی مسجد میں داخل ہوا اور دوسرے امام کی اقتداء میں نماز پڑھی، جب امام نماز سے فارغ ہوا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر رحمت نازل فرما۔ میں نے اپنے بغل میں بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا شیخین پر لعنت کرنے والا امام کہاں ہے؟ اس نے کہا اگر آپ کی خواہش ہو تو دیکھا دوں؟ میں نے کہا: ہاں پھر وہ شخص ایک گھر میں لے گیا اور ایک کتا دکھایا جو ستون سے بندھا ہوا تھا۔ اس نے کتے سے کہا اس شخص نے گزشتہ سال تمہارے پیچھے نماز ادا کی تھی جب کہ تم حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ تو اس کتے نے سر ہلا کر کہا: ہاں۔ پھر اس شخص نے بتایا اللہ عزوجل نے اس کی صورت مسخ کر دی ہے جیسا کی آپ دیکھ رہے ہیں۔

شیخین کے گستاخ کو قبر میں عذاب:

خطیب یحییٰ بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میرے والد نے بتایا کہ ہماری بستی میں (جو عراق میں ہے) مقام حلہ کے دو شخص آئے، ایک کا نام مسعود اور دوسرے کا نام بلک تھا وہ دونوں وہاں کے والی اور مذہباً رافضی تھے، پھر ایک عرصے تک ہم سے روپوش رہے اس کے بعد آئے تو انہوں نے اپنے گزشتہ عقیدے سے توبہ کر لی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب بنا؟ اُن میں سے ایک نے بتایا کہ ہم حج کرنے گئے تھے، ہمارے ساتھ حلہ کا ایک نابینا شخص بھی تھا وہ روزآنہ ایک ختم کرتا تھا، جب ہم حج کر چکے اور راستے میں تھے تو اس کا انتقال ہو گیا، ہم نے اُسے دفن کر دیا، اس کے پاس لکڑی کا ایک عصا تھا، جب ہم نے اُسے دفن کر دیا تو وہ عصا ہمیں نظر نہیں آیا، ہم نے سمجھا کہ شاید ہم نے اُسے بھی میت کے ساتھ دفن کر دیا، تو ہم نے لحد تک اس کی قبر کھودی۔ لیکن عصا نہیں ملا، ہم میں سے ایک نے لحد کھود دی وہ چیخ مار کر کچھ دیر بے ہوش رہا، پھر ہوش میں آیا، میں نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ یا تم نے کیا دیکھ لیا تھا؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ اس کے پیر اور گردن عصا کے دستے میں گھس گئے ہیں، مجھے اس پر حیرت ہوئی۔

جب ہم لوٹ کر اس کے گھر پہنچے تو پوچھے وہ شخص کیا کرتا تھا؟ ہمیں بتایا گیا کہ وہ شخص بڑا عبادت گزار اور قرآن کی تلاوت کرنے والا تھا، لیکن حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں گستاخی بھی کیا کرتا تھا، اُنہوں نے بتایا کہ اسی وجہ سے ہم نے اپنے گزشتہ عقیدے سے رجوع کر لیا۔

شیخ ابو بکر بن احمد طحان فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللہ بطایحی اس مسجد میں رہتے تھے جو دشوار گزار پہاڑی پر راستے پر تھی۔ عام طور سے وہ تنہا ہی رہتے تھے اور اسمعیل نام کا ایک شخص جو اپنی پیٹھ پر مٹی کے برتن ڈھوتا تھا اور اس کی کمائی سے گزارا کرتا تھا اُسے شیخ سے لگاؤ تھا۔ ایک دن وہ شخص میری موجودگی میں اُن کی خدمت میں حاضر تھا، شیخ عبداللہ نے اس سے کہا: اسمعیل تم نے جو سب سے حیرت انگیز چیز دیکھی ہو وہ بیان کرو۔ اسمعیل نے بتایا: میں مٹی کے برتن خریدنے کے لئے کفر عامر میں آتا جاتا تھا، وہاں صرف ایک ہی سنّی تھا، جب میں جاتا تو وہ میرے پاس آکر بیٹھتا، ایک شب ہم مسجد میں تھے کہ دروازہ کھولا اور ایک پراگندہ سر بکھرے ہوئے بالوں والا شخص داخل ہوا، دو رکعت نماز پڑھی پھر نکلنے کا ارادہ کیا ہم اس سے چمٹ گئے اور اس سے گزارش کی ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں، اس نے کہا اللہ سے سلامتی کی دعا کرو، ہم نے پوچھا آپ کا قصہ کیا ہے؟ اس نے بتایا میں قرافہ کا رہنے والا ہوں، وہاں ایک شیخ مختلف روایات سے قرآن پڑھتے تھے، میں نے اُنہیں سے قرآن پڑھا، جب مکمل ہو گیا تو لبنان چلا آیا اور ایک عرصے تک قیام پذیر رہا، پھر وہی گیا اور شیخ کی زیارت کے لیے اُن کے پاس پہنچا تو ان کی اہلیہ نے بتایا کہ وہ بیمار ہے، اور کہہ رہے ہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرنا چاہتے ہیں۔ آپ جا کر اُنہیں کلمۂ شہادت کی تلقین کیجیے۔ میں گیا تو انہوں نے مجھے پہچان لیا میں نے کہا کلمۂ شہادت پڑھیے، اُنہوں نے کہا بہت بھاری محسوس ہو رہا ہے، میں بار بار تلقین کرتا رہا اور وہ یہی بات کہتے رہے، پھر ہاتھ گردن پر رکھا اور مر گئے۔ مجھ سے اُن کی اہلیہ نے کہا ان کا آپ پر حق ہے، آپ ہی ان کی تجہیز و تکفین کیجیے، میں اُنہیں غسل دینے لگا اور پانی ڈالنے لگا، ایسا لگ رہا تھا کہ وہ پانی آگ ہے۔ پھر میں نے اُنہیں دفن کیا تو زمین نے باہر پھینک دیا۔ مجھے اس بات پر حیرانی ہوئی، وہاں ایک بزرگ تھے، میں نے اُن کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ بیٹا تم اللہ کے فیصلے کو بدلنا چاہتے ہو؟ جاؤ اسے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرو میں نے اُسے یہودیوں کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا، ایسا لگ رہا تھا کہ زمین اُسے پی گئی، پھر میں اُن کی اہلیہ کے پاس آیا اور اس کے بارے میں

معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ صرف قرآن کی تلاوت کرتے تھے لیکن ان کے پاس دو مجسمے تھے جنھیں وہ رات میں مارتے تھے اور کہتے تھے تم دونوں نے حضرت علی کی حق تلفی کی ہے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مجسمے تھے۔

قبر سے کتوں کی آواز:

شیخ محمد نوری کا بیان ہے کہ میں موصل میں رہتا تھا، حاکم موصل کی والدہ مجھے دل سے چاہتی تھی۔ اس کا بیٹا کبھی کبھی میرے پاس آتا تھا، ایک رات میں قبرستان گھومنے گیا تو ایک سفید مقبرہ دیکھا جس میں پتھر کا دروازہ لگا ہوا تھا، میں نے اس میں آواز سنی، جیسے کتے لڑ رہے ہوں، حالاں کہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا، پھر میں اس کے دروازے پر آیا اور کھول کر دیکھا تو اندر دو یا تین قبریں تھیں اس کے سوا کچھ بھی نظر نہ آیا، پھر وہاں سے نکلا تو وہی آواز سنائی دی، میں حیران رہ گیا، اتفاق سے حاکم موصل ہمارے پاس آ کر بیٹھا اور بات چل پڑی، لوگوں نے روافض کا ذکر چھیڑ دیا اور کہنے لگے ہمارے یہاں صرف ایک رافضی خادم تھا تو بتایا گیا کہ والی مازندان کا وزیر بھی تو (رافضی) تھا۔ وہ دونوں مر گئے اور اور یہاں اپنے مقبرے میں مدفون ہیں، میں نے پوچھا؟ کہاں: بتایا کہ اس سفید مقبرے میں، میں نے بتایا کہ یہاں میرے ساتھ ایسا ایسا معاملہ پیش آیا ہے اگر میرے اندر طاقت ہوتی تو میں ان کی قبریں کھود ڈالتا، حاکم موصل نے کہا میں کھودوں گا۔ کھود کر دیکھا تو اس میں دو خنزیر تھے۔

موت کے وقت رافضیوں کی صورت مسخ ہو جاتی ہے:

حضرت شیخ ابو بکر مسعود بن ممدود بن ابو بکر ہکاری کا بیان ہے کہ میں حلب میں میمون کسریٰ کے ساتھ کام کرتا تھا، ایک دن روافض کا تذکرہ چھڑ گیا، تو بات آئی کہ جب کوئی رافضی مرتا ہے تو اس کی صورت خنزیر سے بدل جاتی ہے، میمون نہ مانا اور بولا کہ ہمارے یہاں بزدار نام کا ایک عمر دراز رافضی ہے، جب وہ مریگا تو ہم دیکھیں گے۔

اتفاق سے وہ مر بھی گیا میمون نے کہا اسے الگ جگہ دفن کرو۔ پھر ہم اس کے ہمراہ قبر کی طرف نکلے، اس نے وہی رات گزاری اور قبر کھودنے کا حکم دیا، پتہ چلا کہ وہ خنزیر ہو گیا ہے۔ ہم نے اسے دیکھا، میمون نے لکڑی منگا کر اُسے جلانے کا حکم دیا۔ چناچہ اُسے جلا دیا گیا۔

رافضی کی صورت مسخ ہو گئی:

ابوالقتیان علی بن هبتہ اللہ زیدانی سے میں نے پوچھا کہ تمہارے والد نے شیعت سے کیسے توبہ کر لی جب کہ تمہارے رشتے دار اس مذہب پر ہیں، اس نے بتایا میرے والد کا ایک رافضی دوست تھا، اچانک وہ بیمار ہوا اور کچھ دنوں کے بعد مر گیا تو ایک شخص سے کہا کہ اسے غسل دے دو، جب غسل دینے والے نے اُسے دیکھا تو اس کی صورت بہت بری ہو گئی تھی، میرے والد کو اس کی خبر دی گئی اُنہوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ اسے غسل نہ دو اور اسے دفن کرنے کا حکم دیا، پھر انہوں نے روافض کے مذہب سے توبہ کر لی۔

خنزیر بن گیا:

ابوالعباس احمد بن سلیمان بن عبد السید خلیلی کا بیان ہے کہ تقریباً ہم چار تنگ دست مدینۂ رسول ﷺ میں تھے اور اُن کے دونوں ساتھی (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی بارگاہ میں سلام پیش کر رہے تھے، مدینہ کے ایک شخص نے سن لیا، اور ہمیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی ہم اس کے ساتھ گئے ہم سمجھ رہے تھے کہ وہ ہمیں کچھ کھلائے گا۔ جب اس کے گھر میں داخل ہوئے اس نے دروازہ بند کر کے ہمیں بہت مارا یہاں تک کہ میری کہنی ٹوٹ گئی، ہم نکل کر نخل حمزہ کی طرف چلے

اور وہاں جا کر بیٹھ گئے تبھی ایک نوجوان ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا: اے فقیروں تم میں سے کوئی اچھی طرح سے میت کو غسل دے لیتا ہے۔ میں نے کہا ہاں، تو اس نے کہا کہ آؤ۔ پھر ہمیں اس شخص کے گھر لیا جس نے ہمیں مارا تھا، اس نے کہا میرے والد جس نے تمہیں مارا تھا انتقال کر گئے، تم لوگ اسے غسل دو، اور میں تمھیں اس بات سے آگاہ کر رہا ہوں کہ میں نے ان کے مذہب سے توبہ کر لی ہے، اس کے بعد ہم نے اس کا چہرہ کھول کر دیکھا تو وہ خنزیر بن گیا تھا، میں نے اُسے غسل اور کفن دیا۔

خواب میں حضرت علی نے شیخین کے گستاخ کی آنکھ پھوڑ دی:

یحییٰ بن عطاف کا بیان ہے کہ ایک دمشقی شیخ نے جو کئی سال حجاز میں سکونت پذیر تھے مجھے بتایا کہ میں ایک سال قحط سالی کے زمانے تک مدینہ میں مقیم تھا تو میں اونٹ کے بچّے کے بدلے آٹا خریدنے بازار گیا، آٹے والے نے اونٹ کا بچّہ لے کر کہا کہ شیخین پر لعنت کرو تو میں آٹا دوں گا، میں نے انکار کیا، پھر وہ ہستے ہوئے مجھ سے بار بار یہی بات کہتا رہا، میں نے تنگ آکر کہا شیخین پر لعنت کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔ یہ سن کر اس نے میری آنکھ پر تماچہ مارا میں واپس مسجد چلا آیا میری آنکھ سے آنسو جاری تھے۔

میافارقین میرا ایک ساتھی وہاں موجود تھا جو کئی سال سے مدینہ میں مقیم تھا، اس نے میرا حال دریافت کیا، میں نے اس سے واقعہ بیان کیا تو وہ مجھے قبر انوار کے پاس کے گیا اور کہا" السلام علیک یارسول" ہم آپکی بارگاہ میں مظلوم بن کر آئے ہیں۔ ہمارا بدلہ لیجئے۔اور خوب گڑ گڑایا اور ہم واپس چلے آئے، اور جب رات ہوئی تو میں سو گیا۔ پھر صبح کے وقت اچانک میں نے آنکھ پہلے سے بہتر پائی، ایسا لگ رہا تھا کہ اس میں کبھی چوٹ نہیں لگی، اس کے بعد تھوڑی ہی دیر میں ایک نقاب پوش شخص مسجد کے دروازے سے اندر آیا جو میرے بارے میں پوچھ رہا تھا، لوگوں نے میرا پتہ بتایا، اس نے آکر سلام کیا اور کہا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے معاف کردو، میں وہی شخص ہوں جس نے تمھیں تماچہ مارا تھا، میں نے کہا: جب تک اپنا واقعہ نہیں بیان کروگے میں معاف نہیں کروں گا، تو اس نے بتایا کہ میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو حضرت علی نے فرمایا کہ نہ تُجھ پر اللہ کی سلامتی ہو نہ تُجھ سے اللہ راضی ہو۔ میں نے تجھے شیخین پر لعنت کرنے کا حکم دیا تھا؟۔ پھر آپ نے اس طرح میری آنکھ میں انگلی ڈال کر اُسے پھوڑ دیا۔ پھر میری نیند کھل گئی، میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے لگا اور اپنے جرم کی معافی مانگنے لگا، جب میں نے اس شخص کی بات سنی تو کہا جاؤ تمھیں میں نے دل سے معاف کر دیا۔

(النھی عن سب الاصحاب ومافیہ من الِاثم والعقاب، صفحہ-٥٦)

☆☆☆☆☆☆

جھوٹے خواب پر وعید

از:-امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رضی المولیٰ عنہ

جھوٹا خواب بیان کرنے پر امام بخاری رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں؛

۱-حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تحلم بحلم لم یرہ کلف ان یعقد بین شعیر تین ولن یفعل

جس نے بن دیکھے خواب کا دعویٰ کیا اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ جوؤں کے درمیان گرہ لگائے اور وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔

وفی روایة ابی هریرة من کذب فی رویاه

ابو ھریرہ کی روایت میں ہے کہ جس نے خواب میں جھوٹ بولا۔

۲-حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

أن من افری الفری ان یری عینیه مالم تر

بیشک بدترین جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کی طرف ان چیزوں کو دیکھنے کی نسبت کرے جو اُن کو دکھائی نہیں گئیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

جھوٹے خواب کے بارے میں امام طبری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ یہ شدید وعید کا حامل ہے۔البتہ بیداری کے جھوٹ میں کبھی نقصان زیادہ ہوتا ہے۔کیونکہ وہ کبھی قتل و غارت پر جھوٹی گواہی کا باعث نہیں بنتا۔جھوٹے خواب میں وعید کی وجہ یہ ہے کہ آدمی اس چیز کی خواب میں دکھانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیتا ہے جو اس نے دیکھی نہیں ہوتی۔اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا مخلوق پر جھوٹ باندھنے سے زیادہ شدید ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ویقول الاشهاد هولاء الذین کذبوا علی ربهم(ھود-۱۸)

(جب افتراء پرداز اللہ کے حضور پیش ہوگے تو) گواہ کہیں گے یہ ہے جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔

اور خواب کا جھوٹا دعویٰ از روئے حدیث اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے کے مترادف ہے۔

حدیث میں ہے:

الروءیا جز ء من النبوة

خواب جزو نبوت ہے۔

اور جو چیز نبوت کی خبر ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں ہی فرماتے ہیں:

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں لفظ افری افعل التفضیل ہے۔اس کا معنی ہے بہت بڑا جھوٹ۔الفری فا کی زیر اور قصر کے ساتھ فریہ کی جمع ہے ابن بطال کہتے ہیں فریہ بہت بڑے جھوٹ کو کہتے ہیں جس کو سن کر آدمی سر پکڑ لے۔اور ششدر رہ جائے۔انتہی۔

اور یہ ظاہر ہے کے ایسا جھوٹا خواب دینی امور سے متعلق ہو سکتا ہے بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کے بارے میں۔

دنیاوی امور میں جھوٹ کی نسبت شدید گناہ ہے اور ضرر رساں ہے (تو دینی امور میں جھوٹ کی نسبت کس قدر عظیم وبال کا باعث ہو گی؟) اس کے

شدید ترین گناہ ہونے کی دلیل وہ متواتر صحیح حدیث ہے جو بُخاری مسلم اور دیگر کتب حدیث میں آئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

ایک اور صحیح حدیث میں فرمایا:

"مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی دوسرے پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں اس لیے جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

امام ابنِ حجر رحمۃاللہ فرماتے ہیں:

"بقول علماء یہ حدیث سرحد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ بزار نے اسے چالیس صحابہ اکرام سے مرفوعاً نقل کیا۔

امام ابنِ صلاح رحمۃاللہ کہتے ہیں: یہ حدیث متواتر ہے اسے صحابہ اکرام کے جم غفیر نے روایت کیا۔

ایک قول ہے کے اس روایت کے راوی اسی (۸۰) صحابہ اکرام ہیں جن میں عشرہ و مبشرہ بالجنتہ بھی شامل ہیں۔

اس حدیث میں اگرچہ اس جھوٹ سے منع کیا گیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان احادیث کی طرف منسوب کیا جائے جو حالاتِ بیداری میں ثابت ہوئیں مگر اس جھوٹ کے شمول سے مانع نہیں جو حالاتِ خواب میں ہو۔اور آپ کی طرف منسوب کیا جائے بلکہ اس میں گناہ دو وجہ سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

ا۔خواب کا جھوٹا دعویٰ کرنے کی وجہ سے، یہ فی نفسہ شدید حرام ہے۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء پر درازی کی وجہ سے۔اور یہ انتہائی شدید گناہ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعظم۔

(الاسالیب البدیعہ فی فضل صحابہ واقناع الشیعہ، صفحہ ۲۲۱)

☆☆☆☆☆☆

ایک پراسرار فتویٰ

از۔شہزادۂ اعلی حضرت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفی رضا خان رضی المولی عنہ

سوال: فلم یعنی بائس کوپ دیکھنا جائز ہے یا ناجائز کیونکہ ان دنوں ایک حج فلم تیار ہو کر کلکتہ میں آیا ہوا ہے جس کو بتایا گیا ہے کہ علمائے عرب و مصر نے جائز قرار دیا ہے اور شاہانِ عرب و مصر نے خود دیکھا ہے اور پسند کیا ہے دنیائے اسلام کو بڑی اہمیت کے ساتھ دیکھنے کا شوق دلایا ہے اس لیے عام مسلمانوں میں اس کی شورش پیدا ہے کہ جب علمائے عرب و مصر نے جائز کیا ہے تو پھر اس فلم کا دیکھنا کیسے ناجائز ہو سکتا ہے امیدوار ہیں کہ احکامِ خداوند جل وعلا و فرمانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم مسلمانوں کو آگاہ فرما کر فعل نامشروع سے بچائیں گے؟

الجواب۔ اللہ اللہ کیا زمانہ ہے کسے آج یہ وہم کہ مسلمانوں کو سنیما جیسی چیز کے حرام و گناہ ہونے میں شک ہو گا کسے خطرہ تھا کہ اس تماشے کے جواز کا خواب انھیں نظر آئے گا یہ وہم جاگے گا کسے اندیشہ تھا کہ ایسے بد کام جسے خواص و عوام مطلقاً گناہ و حرام جانتے مانتے ہیں کبھی اسے اگرچہ اس میں کہیں کے خواص بھی مبتلا ہو جائیں جنھیں مبتلا سنیں ہی نہیں خود اپنی آنکھوں دیکھیں۔ جائز سمجھا جائے گا کسے یہ خیال تھا کہ کوئی بد لگام اس گانے بجانے اور تصاویر نچانے کا تماشہ دیکھنے دکھانے کو جائز سمجھے سمجھائے گا وہ بھی اس دلیل ذلیل سے کہ فلاں جگہ کے عوام ہی نہیں خواص بھی اس میں مبتلا بتائے جاتے ہیں کسے یہ گمان تھا کوئی ادنی سے ادنی سمجھ والا بھی۔ شریعت، کہیں کے مولوی کہلانے والے حاکموں بادشاہوں کے قول فعل کا نام رکھے گا کہ وہ جو کہیں کریں جائز و حلال ہو گا کیسے ناجائز و حرام ہو گا.

اب تک مسلمان تو یہی سمجھتے تھے کہ جاہل سے زیادہ عالم عوام سے زیادہ خواص پر ارتکابِ گناہ سے اشد الزام ہوتا ہے رذیل سے زیادہ شریف ارتکاب گناہ پر مورد الزام و مطعون و ملام ہوا کرتا تھا یہ نہ جانتے تھے کہ اب زمانہ ایسا آگیا کہ لوگ مولوی کہلانے والوں اور بادشاہوں کے ایسے ناجائز قول و فعل کو سن کے بجائے اس کے کہ انھیں اشد ملزم سمجھیں ان پر اشد طعن کریں انھیں سخت مطعون ملام ٹھہرائیں ان کے اس قول و فعل کو دلیل جواز بنالیں گے العیاذ باللہ تعالی وہ بھی ایسا نجس قول جس سے مسلمانوں کے دین کو ہنسی کھیل بنا لینے والوں کی امداد و اعانت ہو۔ حج مسلمانوں کے دین مقدس کا رکن ہے اس کا تماشا بنانا دین کو ہنسی کھیل بنانا نہیں ہے تو کیا ہے(فاناللہ و انا الیہ راجعون ولاحول ولا قوۃ الا با للہ العلي العظیم)۔ سنیما دیکھنا تو ویسے بھی حرام ہے اور حج فلم کا تماشہ دیکھنا حرام در حرام اشد اخبث کام ہے حج فلم کے ساتھ راضی ہونا اپنے دین کو ہنسی کھیل بنا لینے پر راضی ہونا ہے اس سے اخبث اور اشد نجس بدتر کام اور کیا ہو گا۔ گانے بجانے کی حرمت پر تصاویر کی ناجوازی کے متعلق اگر تفصیل دیکھنی ہو تو عطایا القدیر اور التحبیر رسائلِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ کریں۔

بعض لوگ خوشامد میں بادشاہوں حاکموں کے سامنے ایسے ہو جاتے ہیں کہ وہ دن کو رات کہیں تو یہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری خیال کرتے ہیں جو وہ کریں گے ان کے خوشامد میں یہ بھی ویسا ہی کر گزرتے ہیں جنھیں فرمایا گیا (الناس علی دین ملوکھم) بادشاہ کے دین کا لوگوں پر اثر پڑتا ہے لوگ بادشاہ دین کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں مگر یہ آج تک غالباً نہ ہوا تھا کہ محض ان کے قول و فعل کو دلیل جواز ٹھہرایا گیا ہو اور شریعت ان کے ہاتھ میں یا ان کے قول و فعل کے تابع سمجھی گئی ہو۔ اب جو نہ ہو کم ہے پھر اخباری اشتہاری پروپیگنڈہ کسے معلوم نہیں عرب و مصر کے علماء کا نام بدنام کیا جاتا ہے ہرگز علماء ایسی خبیث بات نہیں کہہ سکتے ہرگز ایسی شنیع امر سے راضی نہیں ہو سکتے ہرگز ایسے نجس کام کو پسند نہیں کر سکتے۔ علما کو بدنام

کرنے والے بدنام کنندہ نکونام چند ہندوستان ہی میں نہیں ہیں ہر جگہ ہیں یہاں ہندوستان ہی میں دیکھو ایسے لوگ برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ کیسے کیسے اجہل آج کل مولانا اور علامہ بنے ہوئے ہیں ہر لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا پہلے تو فریب دہی کو بڑے بڑے عمامے اور لمبے چوڑے جبے درکار ہوتے تھے اب تو چورن والوں کی طرح زبان کھول لی یا ٹھیٹھروں میں نوکری کرلی اور وہاں سے تقریر میں کچھ مہارت اور گانے کی مشق پیدا کرلی اور مولیٰنا ہوا اور بڑے سے بڑا مولانا ہونا ہوا تو جیل کی ہوا کھالی اور علامہ کی ڈگری کے لیے تو اتنا بھی ضروری نہیں گھر بیٹھے علامہ بن جاتا ہے اخباروں میں اوندھے سیدھے مضمون لکھے اور اپنے نام کے ساتھ علامہ کا لفظ خود ہی لکھ دے اپنے آدمی سے لکھوایا کرے دو چار آدمی ایسے بنالیے جو علامہ علامہ کہا کریں ہندوستان بھر میں علامہ مشہور ہو جائے گا۔(ولاحول ولاقوۃ الا باللہ)۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ مصر کے کچھ لوگوں نے حج فلم کے ساتھ اظہارِ رضا کیا اسے جائز بتایا ہے تو وہ ایسے مولانا اور ایسے ہی علامہ ہیں۔ ہرگز کسی عالمِ دین کی یہ ناپاک حرکت یہ نجس قول نہیں ہو سکتا۔ یہاں دلی کے ایک مشہور عام رسوا بین الخواص والعوام ہستی بھی تو سنیما کی فلموں کو دیکھتی اور اس کے تعریفیں لکھتی اور چھاپتی ہے۔ ایسے ہی مصر کے بعض عبد الدنیا والدرہم دین سے آزاد جاہلوں نے حج فلم کو پسند کیا اور دیکھا دکھایا ہوگا اور بالفرض اگر دنیا بھر کے خواص و عوام کسی ایسے حرام کا ارتکاب اور اسے پسند کریں تو کیا اس سے وہ حرام جائز ہو جائے گا ہرگز نہیں۔

(فتاویٰ مصطفویہ شریف، صفحہ ۵۱۵)

☆☆☆☆☆☆

مرحمت باری تعالیٰ پر اعتراض کا رد بلیغ

از: خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

اعتراض: اگر وہ بخشش و رحم کرنے والا ہے تو اس نے اپنی مخلوق میں انسانوں کے آرام کے واسطے دوسرے جانداروں کو مار، سخت ایذا دینا اور ذبح کرا کر گوشت کھانے کی اجازت کیوں دی؟ کیا وے (وہ) ذی روح بے گناہ اور خدا کے بنائے ہوئے نہیں ہیں؟

جواب: ایسے اعتراض پنڈت صاحب کی علم و لیاقت کا نمونہ ہیں۔ اس اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اپنے بنائے ہوئے اور ذی روح کو ذبح کرنے اور ایذا دینے کی اجازت دینا رحم کے خلاف ہے۔ یہ اعتراض اس قابلیت سے کیا گیا ہے کہ اس کی زد خود پنڈت جی پر پڑتی ہے کیوں کہ اگر ایذاء دینے کی اجازت دینا رحم کے خلاف ہے تو جانوروں سے خدمتیں لینا اور ان کی آزادی کو آسائش کے لیے برباد کرنا، ہل جتوانا، بوجھ لادنا، سواری لینا، سردی اور بارش کے وقت میں دق کرنا، منزلوں لیے پھرنا۔ تھک جائیں تو مار مار کر لہولہان کرنا، ان کے بچے کا حق دودھ ان سے چھین لینا، ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچوں کی گردنوں میں رسیاں ڈال کر ان سے علیحدہ کرنا، ان کی قدرتی غذا چھیننے کے لیے انہیں ترسانا، ادھر بچہ چلاتا ہے ادھر ماں بیکرار ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ دیکھنا اور ذرا پرواہ نہ کرنا، ان سب باتوں کی اجازت آپ کے پرمیشور نے دی ہے؟ تو بقول آپ کے وہ رحم والا نہیں۔ اگر نہیں دی ہے تو آپ کے یہ سب افعال ناجائز ہیں۔ دودھ، دہی، گھی سب آپ کے قاعدے پر حرام، سواری، زراعت، بار برداری میں ان سے کام لینا سب ناجائز لیکن کیا پنڈت جی نے یا ان کے کسی اور ہم خیال نے کسی رشی منی نے کبھی ان ناجائز مظالم کے ترک کا عملی ثبوت دیا ہے؟ اور ان کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی ہے؟ لیکن عمل پنڈت صاحب کی تکذیب کرتا ہے۔ آپ کا گھی، دودھ استعمال کرنا، جانوروں سے سواری، بار برداری کی خدمتیں لینا ثابت کرتا ہے کہ آپ اپنے پرمیشور کو رحم والا نہیں مانتے۔

پرندوں میں شکرہ، باز، شاہین وغیرہ کچھ تو ایسے ہیں کے ان کے پاس آلاتِ شکار موجود ہیں اور کچھ کبوتر کی طرح ایسے بے بس اور کمزور ہیں کے وہ اپنی حفاظت کا بھی کوئی سامان اپنے پاس نہیں رکھتے۔ اور اسی طرح چوپایوں میں شیر کے پاس تو شکار کرنے کے آلات ہیں لیکن دوسرے جانوروں کے پاس اپنی حفاظت کرنے کے لیے کوئی بھی چیز نہیں۔ یہ سب خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں یا کسی اور کے؟ گوشت خور جانوروں کی غذا اس نے مقرر کی ہے یا کسی دوسرے نے؟ آلات صید اس نے عنایت فرمائے یا کسی اور نے، قتل و شکار پر ان کی زندگی کا مدار اس نے مقرر فرمایا یا نہیں؟ اب پنڈت صاحب یہ بتائے یہ رحم کے خلاف ہے اور ان کا ایشور رحم کا دشمن ہے یا اس کو رحم کے خلاف کہنا ہی نادانی یا بے ادبی ہے۔

اس اعتراض کے ضمن میں پنڈت جی کے قلم سے ایک لفظ بے گناہ کا بھی نکل گیا ہے جو پنڈت صاحب شوق اعتراض میں لکھ گئے ہیں لیکن انہیں خبر نہیں کے اس لفظ نے ان کے مذہب کا ہی خاتمہ کر دیا۔ اصول تناسخ کی بنیاد پر تو کوئی جانور بے گناہ ہو ہی نہیں سکتا، جانور کو جون ہی اس کو کسی نہ کسی گناہ کی پاداش میں ملتی ہے۔ علاوہ بریں بے گناہ کو ایذاء پہنچنا، یہ بھی اصول تناسخ کے خلاف ہے جو کوئی تکلیف کسی کو پہنچتی ہے باقاعدہ نتائج

ضرور کسی خطا، قصور کا بدلا ہوتی ہے اب تو پنڈت صاحب کو اعتراض نہ کرنا چاہیے جو کوئی جانور ذبح ہوتا ہے وہ ضرور کسی نہ کسی گناہ کی پاداش میں ذبح ہوتا ہے اور اس کے لیے ذبح ہونا باقاعدۂ تناسخ ضروری ہے۔

البتہ اگر دنیا کی قومیں گوشت خوری چھوڑ دیں اور ذبح کا دستور جہاں سے ناپید ہو جائے تو پنڈت جی کا ایشور اس طریقے کی سزا کسی کو نہ دے سکے گا جو باقاعدۂ تناسخ اس پر لازمی اور ضروری تھی۔ ایشور کی وہ مجبوری قابل رحم ہوگی۔ ہندوستان کے مسلمان اس وقت گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی فکر میں ہیں۔ آریوں کو بہت جلد اعلان کر دینا چاہیے کہ مسلمان ایسا ہر گز نہ کرے، ورنہ ایشور کو ناگفتہ بہ مصیبت کا سامنا ہوگا اور اس کا قانونِ سزا نکمّا ہو کر رہ جائے گا۔ جرائم پیشہ جیو کی چڑ بن جائے گی اور وید کے ایشور کو بہ مجبوری معطل ہونا پڑ جائے گا۔ پنڈت جی نے جو یہ لکھا ہے کے کیا وے (وہ) خدا کے بنائے ہوئے نہیں اس سے پنڈت جی کا یہ مدعا ہے کے اپنے بنائے ہوئے کے ساتھ ضرور بنانے والے کو ایسا محبت کا تعلق ہو جاتا ہے کے وہ اس کا ذبح ہونا گوارا نہیں کرتا۔ اس لیے اگر وہ ذبح کی اجازت دے تو یہ رحم کے خلاف ہے۔

میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ اپنے بنائے ہوئے کے ساتھ جو محبت ہوئی وہ اس بات کو تو گوارا نہیں کرتی کے ذبح کی اجازت دی جائے لیکن یہ گوارا کر لیتی ہے کے اپنے آپ کو اس پر فنا کر دیا جائے، جس کے لیے یہ بھی گوارا نہیں کے دوسرا ایذا اس کی جان لینے کے لئے خود آمادہ ہو جانا تو اعلیٰ درجہ کی بے رحمی ہے اور پرلے سرے کا ظلم عظیم ہوگا، تو کیا پنڈت صاحب کے نزدیک موت خدا کے اختیار سے باہر ہے۔ خدا کے اختیار سے باہر کوئی چیز ہے کہ بغیر اس کے قصد و ارادے کے واقعہ ہو جاتی ہے؟ یا کوئی دوسرا فنا کر دیتا ہے؟ اور ایشور اپنی بنائی ہوئی مخلوق کی موت کے صدمے اٹھایا کرتا ہے۔ ایسا مجبور اگر ہے تو اس کو پرمیشور کہنا اور کارساز عالم اور سرو سکتیمان و قادر مطلق اعتقاد کرنا بالکل باطل و غلط ہے۔

یہ وہ اشکال ہے جس کا پنڈت صاحب کے پاس جواب نہیں۔ اعتراض کے شوق میں ایسی ایسی لغو و باطل باتیں کہنا پنڈت صاحب کی قابلیت کا نتیجہ ہے اور اس پر اپنے آپ کو محقق ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ تعصب کا جوش جو پنڈت صاحب کے سینے میں بھرا ہوا تھا اس نے مجبور کیا کہ پنڈت صاحب قرآن شریف پر اعتراض کرنے کے لیے باطل و غلط اور لغو و رکیک باتیں لکھ کر شیخی مارنے پر تل گئے اور قرآن پاک کی روشن تعلیم سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ چشم بینا اور نظر انصاف ہو تو انسان قرآن پاک دیکھنے کے بعد اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور اپنی درستی و اصلاح کے علاج اس میں تلاش کر کے سعادت دارین کے منازل تک پہنچتا ہے لیکن نظر عداوت خوبیوں کو دیکھنے سے مجبور ہے، اس کو ہر کمال عیب ہی معلوم ہوتا ہے۔

اللہم ارنا الحق حقاوالباطل باطلا

(احقاق حق، صفحہ ۱۲)

☆☆☆☆☆☆

صدر العلما پیکر حلم و بردباری

از: امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں صاحب (علیہ الرحمۃ الرحمن) برادر اکبر حضرت صدر العلما

آہ! مظہر مفتی اعظم، برادر عزیز مولانا تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک رحلت سے جو صدمۂ جانکاہ دل و دماغ کو پہنچا ہے وہ مدتوں بھلایا نہ جاسکے گا یہ ایک ایسا زخم ہے جس کا اندمال جلد ممکن نہیں۔اپنی مسلسل علالت و کمزوری کے باعث سمجھ تو یہ رہا تھا کے بھائیوں میں بڑا ہونے کی وجہ سے دنیا سے جانے میں بھی پہلا نمبر میرا ہی رہے گا مگر مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی جو ۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۸ ھ کو ظاہر ہوئی۔"اناللہ وانا الیہ راجعون۔"

ادھر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی کی جانب سے بذریعہ مولانا صغیر اختر مصباحی کا خط آیا کہ اُن کے حالات پر کچھ لکھوں مگر اپنا حال تو یہ ہے کہ قلم اٹھانے سے پہلے دل بیٹھ جاتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہے مگر ان کی محبت کا جذبہ دل کو ابھارتا کہ جیسے بھی کچھ ہو لکھوں ضرور، کبھی بچپن کی یاد ستاتی ہے کبھی زمانۂ طالبِ علمی کا خیال آتا ہے جب ہم دونوں ساتھ پڑھتے تھے،اور تقریباً پانچ چھ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا،اس کے بعد شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان کی دعوت پر ایک سال کے لئے پاکستان چلے گئے تھے، کبھی ان کی سادگی طبع، سادہ لوحی، تواضع وانکساری، حلم و بردباری، متانت و سنجیدگی، زہد و تقویٰ و پرہیزگاری، خلق خدا کی خدمت کا جذبۂ بے کراں۔ برخلاف اس کے اخلاق رذیلہ، ریاکاری و دکھاوا، تکبّر و غرور سے دوری برتی۔ان کی پاکیزہ زندگی کی سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کر خیال آتا ہے۔

ان کی علمی صلاحیت و قابلیت، پڑھانے کا انداز (اندازِ تفہیم) تو یہ ان کے بے شمار تلامذہ ہی بتا سکے گے کہ جنہوں نے ان کے سامنے زانوئے ادب طے کئے،ہم تو جانتے ہے کہ ان کی زندگی کا بہترین مشغلہ پڑھنا پڑھانا ہے جو زمانۂ طالبِ علمی سے آخر تک جاری رہا۔"ذلك فضل الله يوتيه من يشاء"

اب آخر میں اپنے پیارے بھائی کے خلوص و محبت اور قلبی لگاؤ کا جو انہیں مجھ سے تھا،اور مجھے اُن سے تھا اس کا کچھ تذکرہ کروں۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقّت و محبت جو اسلامی اخلاق کا ایک زریں حصہ ہے اگر آج بھی مسلمان اس پر عمل کرے تو مسلمانوں میں گھر گھر جو خانہ جنگی چھڑی ہوئی ہے،وہ یکسر ختم ہو جائے۔اور اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا ہو جائے، میں ان سے عمر میں بڑا ہوں مگر مجھے یہ لکھنے میں کوئی عار نہیں کہ وہ مجھ سے علم میں بڑے تھے۔"ذلك فضل الله يوتيه من يشاء"

اس کے باوجود کوئی بات ان سے کہتا تو مان لیتے، پڑھانے کے زمانے میں انہیں منطق و فلسفہ سے بہت دلچسپی تھی اور ایک عرصہ تک یہی پڑھاتے رہے، میں نے کہا کہ اب اسے چھوڑو،اب دوسرے فنون نیز تفسیر و حدیث وفقہ بھی پڑھاؤ، تو انہوں نے اس طرف توجہ دی،اور اس سے انہیں اتنی دلچسپی بڑھی کہ نہ صرف مدرسہ میں پڑھاتے بلکہ محلہ کی بڑی مسجد میں ہر جمہ کو بعد فجر درس قرآن و حدیث کا سلسلہ شروع کروایا جو آخر تک جاری رہا، پچیس سال تک پابندی سے درس دیا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہو کر فیضیاب ہوتے رہے۔

مدرسہ سے ان دنوں تنخواہ کم ملتی تھی، میں نے مشورہ دیا کہ کتب خانہ کھول دو تو گھبرائے کہ کون سنبھالے گا کون چلائے گا، میں اُن دِنوں ناگپور میں تھا وہاں سے کچھ کتابیں خرید کر پارسل سے بھجوادیں تو مجبوراً

راضی ہو گئے اور کتب خانہ بنام مکتبۂ مشرق قائم کر دیا۔انہیں دِنوں قاری عرفان الحق آ گئے،جو ان کے شریکِ کار ہو گئے،اور وہ مکتبہ آج تک چل رہا ہے،خدا کا فضل ہے کہ ہم بھائیوں میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا،اور ہوا بھی تو ختم ہو گیا،مکان و زمین کی تقسیم پر اکثر بھائیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے،مگر اس مرحلے سے بھی باآسانی گزر گئے،والد صاحب کے انتقال کے بعد جب انہوں نے مکان کی تقسیم کے لیے مجھے لکھا تو میں نے لکھ دیا کے تم دونوں بھائی تقسیم کر لو اور جو میرے حصے میں آئے چھوڑ دو،چنانچہ ایسا ہی ہوا،میں باہر رہا اور مکان کی تقسیم ہو گئی،مزید برآں میرے مکان کی تعمیر کا مسئلہ سامنے آیا باہر رہنے کی وجہ سے میرے لیے یہ امر مشکل تھا کے میں یہاں رہ کر مکان تعمیر کرواؤں،یہ کام بھی انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا،اور اپنی نگرانی میں یہ کام بھی کرا دیا،ان کی محبت اور سعادت مندی کا یہ حال تھا کہ چھوٹے چھوٹے کام ان کے سپرد کر دیتا اور وہ بخوشی انجام دیتے ٦٣ء سے باہر رہتا ہوں۔ مدھ پردیش جس کا ایک حصہ اب چھتیس گڑھ کہلاتا ہے،حضرت مفتی اعظم کے ایماء پر جو عالم خواب میں فرمایا تھا،وہاں جانا ہوا اور آج بھی وہی رہتا ہوں۔

برادر عزیز اور یہ ناچیز اتفاق سے قد و قامت نیز شکل و صورت میں یکساں تھے کہ اگر میرا لباس وہ پہن لیتے یا میں اُن کے کپڑے پہنتا تو دیکھنے والے کو امتیاز مشکل ہوتا کہ کسی دوسرے کا لباس ہے،اس زمانے میں کئی بار ایسا ہوا کے ضرورت پڑنے پر انہیں لکھ دیا کہ کپڑے سلوا کر بھیج دو تو اپنے ناپ کے سلوا کر مطلوبہ کپڑے بھیج دیے،شکل و صورت میں مشابہت اس درجہ کہ ان سے کوئی صاحب کسی کام کے لیے کہتے اور کچھ دنوں بعد میں انہیں مل جاتا تو وہ مجھ سے دریافت کرنے لگتے،کہ فلاں کام کرنے کے لئے آپ سے کہا تھا اس کا کیا رہا۔یہی معاملہ ان کے ساتھ ہوتا ایسا اکثر ہوا۔اس زمانے میں فون اور موبائل کا چلن نہیں تھا،خط و کتابت ہوا کرتی تھی،کبھی وہ لکھتے کبھی میں لکھتا،خط کے شروع میں آداب والقاب اور سلام کے بعد یہ ضرور لکھتے کہ بہت دِنوں سے آپ لوگوں کی خیریت معلوم نہیں ہوئی،فکر ہے،افسوس! کہ وہ فکر کرنے والا نہ رہا اور اپنی فکر ہم لوگوں کے لئے چھوڑ گیا،وقت رخصت خدا ہی جانے ان پر کیا گزری،اور اب کس حال میں ہے،لیکن میرا وجدان کہتا ہے کے وہ گئے نہیں ہیں بلکہ مدینہ کی پُر فضا بہاروں میں کھو گئے،اس لیے کے بہت پہلے اپنی ایک نعت کے مطلع میں کہا تھا

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسّس کروٹیں کیوں لے رہا قلب مضطر میں

دعا ہے کے مولیٰ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

غم زدہ دل شکستہ،سبطین رضا غفرلہ ۹ شعبان المعظم ۱٤۲۸ھ

(صدر العلماء محدث بریلوی نمبر،صفحہ ١١)

☆☆☆☆☆☆

کیا لوگ تھے کہ جان سے بڑھ کر عزیز تھے

از: محقق عصر مفتی فاران رضا خان صاحب قبلہ حشمتی

٦ رجب المُرجب ١٤٤٢ کا دن گزر کرے ویں شب آ لگی تھی، ہم چند احباب اجمیر معلیٰ میں تارہ گڑھ کی راہ ہو لئے تھے، پُر پیچ راستہ کی پرواہ کئے بغیر نہ جانے وہ کیا دھن تھی کہ ہر ایک عجیب وغریب تعجیل سے دو چار تھا۔

اس تعجیل کی وجہ تو معلوم نہیں مگر اس سفر کی وجہ محض یہ تھی کہ مرد مجاہد، مسلک اعلی حضرت کے بے باک محافظ، زینت آرائے مسند چشتیت، بہار گلستان قادریت حضرت سید فرید الحسن صاحب قبلہ چشتی حشمتی نور المولی تعالی تربتہ و عطر المولی تعالی مرقدہ سے شرف لقا ہو جاوے۔

وہ جو برسوں بادشاہ ہندوستان کی بارگاہ عالی میں ہمارا وکیل رہا، جس کی وکالت میں کتنے ہی امراض روحانی کی تشخیص اور پھر وقت رہتے اس کی ویکسین خانوادۂ حشمتیہ کے ہونہار، کہنہ مشق اطباء کے ذریعہ تیار کی گئی

آپ کا مزار پر انوار تارہ گڑھ پہاڑی کے نصف اوّل راستہ میں واقع ہے

خیر سے وہ مقام آیا جہاں وہ آستانہ موجود تھا رات کے اس پہر میں آستانہ تو معمور تھا مگر وہاں کا بارونق سناٹا مانو کہہ ہو کہ ہمارے شیخ نے تاریخ کی اتنی اُلٹ پھیر دیکھیں کہ چُپّی سی سادھ لی ہے۔

اُڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بُلبلیں گُلزار میں

جی میں کیا آیا کہ پابند نشیمن ہو گئیں

شہزادۂ ناصر ملت مولانا مناقب الحشمت صاحب جو ہمراہ سفر تھے انہوں نے بذریعۂ فون آستانے کے خادم صاحب کو اپنی اور فقیر اور برادر گرامی وقار حضرت علامہ مفتی محمد مہران رضا خانصاحب قبلہ عمت فیوضھم کی آمد کی اطلاع دی، خادم صاحب کا مکان آستانہ کے قریب ہی واقع ہے فوراً تشریف لے آئے۔

دروازہ کھلا تو مزید کچھ زینے عبور کر اس جا پہنچے جہاں وہ مرد مجاہد پہاڑ کا سینہ چیر کر آرام فرما ہے۔

پہلے پہل تو لگا کہ بس ابھی مزار پاک سے آواز آئے گی "آؤ آو! مہران میاں، فاران میاں، مناقب میاں یہ سب ہمارے مفتیوں کی ٹیم ہے،، کہ پہلے انہیں جیسے الفاظ بار بار ملاقاتوں پر گوش گزار ہوتے تھے

مگر آنکھوں کے سامنے سچ تو کچھ اور ہی تھا، زبانیں تو خاموش تھیں مگر بے زبان آنسو اپنی چیخ وپکار سے مانو آسمان سر پر اُٹھائے ہوں۔

آنکھ سے ٹپکا تو کھل کر رہ گئے سب دل کے راز

آج میں سمجھا کہ آنسو بے زباں ہوتا نہیں

معطر آستانہ پر عطر وگلاب پیش کئے پھر کافی دیر نعت ومنقبت کا سلسلہ رہا۔

درمیانِ محفل دل کرتا کہ چلو حضرت سے بول دیں، بہت دن ہوئے آپ کے دست پاک سے پان کھائے ہوئے آج تو کھلا دیں۔

یادِ ماضی کی پراسرار حسیں گلیوں میں

میرے ہم راہ ابھی گھوم رہا ہے کوئی

مگر اب ملاقات کے راہ ورسم بدل چکے تھے، جگہ بدل چکی تھی، عطر، گلاب اور چادر پوشی کی شکل میں طور وطریقے بھی ملاقات کی ایک نئ اصطلاح رقم کر چکے تھے۔

سال گزشتہ ہی تو عرس حضور غریب نواز کے پُر بہار موقع پر ملاقات ہوئی تھی اور ایک وہی ملاقات کیا ماضی کی کتنی ہی خاک آلودہ داستانیں صفحہ باصفحہ ورق باورق ذہن صاف کر کے سامنے پیش کر رہا تھا اور آنکھ ہر ایک داستان پر بشکل اشک مانو مہر تصدیق لگا رہی ہوں۔

غم دنیا بھی غم یار میں شامل کر لو

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں

وہابیت دیوبندیت پر شدت تو رافضیت جو اجمیر معلی میں قدم جما چکی ہے اس سے اس بلا کی عداوت کہ سبع سنابل شریف کا وہ سنبلہ جو روافض کے رد میں ہے اپنے نام کے ساتھ شائع فرمایا، نورُ علی نور کا وہ جلوہ کہ ہر مقام پر فرماتے میرے اعلی حضرت فاضل بریلوی یہ فرماتے ہیں میرے اعلی حضرت یہ لکھتے ہیں، امام اہل سنت قدس سرہ کا رسالہ ،،مطلع القمرین،، سنایا گیا تو زبان پر بس یہی الفاظ جاری تھے ‘‘سبحان اللہ سبحان اللہ،، ایک ہی رات میں پورا رسالہ سماعت کیا، امام اہل سنت اعلی حضرت سے محبت اس درجہ تھی کہ جابجا فرماتے تھے ‘‘میاں میں نے تو یہ مشاہدہ کیا کہ جو شخص اعلی حضرت سے دور ہوا وہ دھیرے دھیرے دین سے دور ہوتا گیا،،

امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاوی میں ایک مقام پر فرمایا تھا کہ :

"خصوص کا انکار نصوص کے انکار کی طرف لے جاتا ہے، عبد القادر کا انکار قادر مطلق عزجلالہٗ کے انکار کی طرف کیوں نہ لے جائے گا"

(رضویہ شریف)

دونوں عبارتیں سامنے رکھ کر یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اعلی حضرت ، حضور غوث اعظم جیلانی رضی المولی تعالی عنہ کے مظہر اتم واکمل تھے اور اس بات کا پرچار کتنی عمدگی سے سید صاحب قبلہ اپنی حیات میں کر گئے یہی وہ وجوہات ہیں کہ پوری عمر انہیں اپنوں کی نشتر زنی کا سامنا رہا کہ کھاتے اجمیر کا ہیں گاتے بریلی کا ہیں۔

آج ہم دار پہ کھینچے گئے جن باتوں پر

کیا عجب کل وہ زمانے کو نصابوں میں ملیں

سلام رخصتی کرتے کرتے ایسی کتنی ہی داستانیں ماضی کے دریچہ سے چمک کر غائب ہو رہیں تھیں اور میں........

ٹہنی پہ خموش اک پرندہ

ماضی کے الٹ رہا تھا دفتر

فقیر سگ بارگاہ مشاہد

محمد فاران رضا خان حشمتی غفر لہ القوی

آستانہ عالیہ حشمتیہ حشمت نگر پیلی بھیت شریف

☆☆☆☆☆☆

پیغام بلگرام شریف

مجدد دین و ملت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی رضی المولیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی ہوس کا بندہ، دین میں نئی باتیں تراشنے والا، کسی دوسرے راستے پر بلائے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کی بات پر کان نہ دھریں اور سچے دین کی حمایت میں اس کو دھتکار دینا اپنے فرائض میں شمار کریں"

(سبع سنابل شریف، صفحہ ۵۹)

مدیر اعلیٰ

عبید حشمت علی غفرلہ